دینی، علمی، اصلاحی، ادبی، تاریخی

زیرِ سرپرستی: مفسرِ قرآن حضرت مولانا سید محمد غیاث الدین حسامی مظاہری دامت برکاتہم

جلد: ۶، شمارہ: ۲

اپریل، مئی، جون ۲۰۲۲ء

مجلہ سہ ماہی الکشاف

رمضان المبارک کا مہینہ عبادتوں کے بہار کا موسم ہے، اس میں تراویح پڑھنا نہ چھوڑیں، مسجد جاسکتے ہوں تو ضرور مسجد جائیں اور اگر کسی عذر کی وجہ سے نہیں جاسکتے تو گھر پر جماعت بنالیں اور تراویح اہتمام کے ساتھ پڑھیں، شب قدر کی راتوں کی قدر کریں اس میں کم از کم اتنا ضرور کریں کہ عشاء، مغرب اور فجر کی نمازیں جماعت سے اس طرح ادا کریں کہ تکبیر اولیٰ نہ چھوٹے اور مغرب سے عشاء تک کا وقت عبادت میں گذاریں، پوری رات جاگنا مقصود نہیں، عبادت مقصود ہے، جتنی دیر نشاط اور چستی کے ساتھ عبادت کر سکے عبادت کرے، تلاوت کر لیجئے، تسبیح پڑھ لیجئے، دینی کتابوں کا مطالعہ کر لیجئے، دعا کیجئے، دعا بھی عبادت ہے اور صرف عبادت ہی نہیں بلکہ مغز عبادت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَة'' دعا عبادت کا گودا ہے گودا، اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو عاجزی اور انکساری بہت پسند ہے، ان کو یہ پسند ہے کہ بندہ ہمارے سامنے عاجزی اور انکساری کے ساتھ ہاتھ پھیلائے، حدیث شریف میں آتا ہے ''مَنْ لَمْ یَسْئَلِ اللّٰہَ یَغْضَبْ عَلَیْہِ'' جو اللہ تعالیٰ سے سوال نہیں کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر بہت غصہ ہوتے ہیں۔ تو شب قدر کی راتوں میں دعا کا اہتمام ہونا چاہئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب قدر کی یہ خاص دعا تلقین فرمائی ہے: ''اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّی''۔ اس دعا کو شب قدر میں کثرت سے پڑھنا چاہئے۔

مفسرِ قرآن حضرت مولانا سید محمد غیاث الدین حسامی مظاہری دامت برکاتہم

ایڈیٹر

ڈاکٹر محمد ضیاء الدین مظاہری

60/-

فلاح العباد ٹرسٹ 91/21 آزاد نگر کرامت کی چوکی کریلی الہ آباد یوپی

دینی، اصلاحی، علمی، ادبی، تاریخی

مجلّہ سہ ماہی

اَلْکَشّاف

جلد نمبر ۶ | شمارہ نمبر ۲

شعبان، رمضان المبارک، شوال ۱۴۴۳ھ - *April to June 2022*

زیر سرپرستی: مفسر قرآن حضرت مولانا سید محمد غیاث الدین صاحب مظاہری دامت برکاتہم

ایڈیٹر

ڈاکٹر محمد ضیاء الدین مظاہری

معاون ایڈیٹر

مولانا عماد الدین مظاہری

مولانا حافظ سید محمد راشد

مجلس ادارت

پروفیسر شبیر احمد ندوی
سابق صدر شعبہ عربی لکھنؤ یونیورسٹی

مولانا وصی اللہ آرزو میاں
جلال آباد، ضلع مظفر نگر

مولانا سید محمد زید، الہ آباد

مولانا سید محمد اشرف، الہ آباد

ڈاکٹر محمد کامل، لکھنؤ، مقیم ترکی

مجلس مشاورت

جناب محمد ثاقب صاحب
آئی اے، ایس

جناب محمد عرفان انصاری صاحب
ایڈیشنل ایس پی

جناب ڈاکٹر شوکت علی صاحب
سابق ڈائرکٹر آف ایجوکیشن

جناب طارق سعید صاحب، الہ آباد

جناب محمد کلیم خان صاحب، مہراج گنج

جناب وسیم احمد صاحب، گونڈہ

FLAHUL IBAAD TRUST 9I/2I Azad Nager
Karamat ki chauki Kareli Allahabad,UP India 2211016

ترسیل زر کا پتہ: ***FLAHUL IBAAD TRUST PNB A/c:1001002100506383***

پرنٹر پبلشر محمد ضیاء الدین مظاہری نے جے پرنٹرس الہ آباد سے طبع کرا کے دفتر مجلّہ سہ ماہی "الکشاف" فلاح العباد ٹرسٹ آزاد نگر کریلی سے شائع کیا۔

نوٹ: رسالے سے متعلق تمام مقدمات صرف الہ آباد کی عدالت میں قابل سماعت ہوں گے۔

ناشر
فلاح العباد ٹرسٹ، 91/21 آزاد نگر، کرامت کی چوکی، کریلی، الہ آباد، یوپی

نگارشات

نمبر شمار	عناوین	مضمون نگار	صفحہ نمبر
۱	اپنی بات	ادارہ	۳
۲	اہل عدم نہ پوچھو کچھ ہم سے حالِ دنیا	اکبرالہ آبادی	۴
۳	درس قرآن	مولانا عمادالدین مظاہری	۵
۴	روزے کے تین عشرے اور زکوۃ کی فضیلت	حضرت مولانا سید محمد غیاث الدین صاحب دامت برکاتہم	۱۵
۵	زبان کی حفاظت کیجئے	مولانا سید محمد اشرف۔الہ آباد	۳۰
۶	گلدستۂ معرفت (آخری قسط)	حضرت مولانا سید محمد غیاث الدین صاحب دامت برکاتہم	۳۴
۷	ام المومنین حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہا	ڈاکٹر محمد ضیاءالدین مظاہری	۴۴
۸	مسلمانوں کی امتیازی شان کیا ہے؟	مجلس شیخ المشائخ مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خانصاحب شیروانیؒ	۵۴
۹	فقہی مسائل۔ نماز کے مسائل (سجدہ سہو کا بیان۔ ۲)	ادارہ	۶۴

اس دائرہ میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپ کا زرتعاون کا وقت ختم ہو گیا ہے، لہٰذا رسالہ جاری رکھنے کیلئے تعاون کی رقم ارسال کردیں

خط و کتابت کا پتہ:
فلاح العباد ٹرسٹ، 91/21 آزادنگر، کرامت کی چوکی، کریلی، الہ آباد، یوپی۔انڈیا

فی شمارہ تعاون: 60/= روپے
سالانہ تعاون: 250/= روپے
محصول ڈاک اسکے علاوہ 100/=

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

zia3300@gmail.com

اداریہ

اپنی بات

الحمدللہ، رحمتوں والا مہینہ سایہ فگن ہونے والا ہے، ہر ایمان والے کو بڑی بیقراری سے اس ماہِ مبارک کا انتظار رہتا ہے، اور یہ ایمان کی علامت ہے، جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کرام کو رمضان شریف کی آمد کی خوشخبری دیتے۔ امام احمدؒ نے اپنی مسند میں اور نسائیؒ نے اپنی سنن میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرمایا ہے کہ:

’’كَانَ النَّبِيُّ صَلّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم يُبَشِّرُ اَصْحَابَه ، يَقُوْل: وَ قَدْ جَاءَ كُمْ شَهْرُ رَمَضَانَ ، شَهْرٌ مُّبَارَكٌ، كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ صِيَامَه تُفْتَحُ فِيْهِ أَبْوَابُ الْجِنَانِ، وَ تُغْلَقُ فِيْهِ اَبْوَابُ الْجَحِيْمِ ، وَ تُغَلُّ فِيْهِ الشَّيَاطِيْن، فِيْهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْر مَنْ حُرِمَ خَيْرُهَا فَقَدْ حُرِمَ ‘‘۔ یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کو خوشخبری دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ تمہارے اوپر رمضان کا مہینہ سایہ فگن ہونے والا ہے، وہ مبارک مہینہ ہے، اللہ تعالیٰ نے تمہارے اوپر اس کے روزے فرض کئے ہیں، اس میں جنت کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کردئے جاتے ہیں اور شیاطین کو قید کردیا جاتا ہے، اس میں ایک رات ہے جو ایک ہزار رات سے بہتر ہے، جو شخص اس کی بھلائی اور خیر سے محروم ہوا تو وہ محروم ہی رہا۔ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ: بعض علماء نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث آپس میں لوگوں کو رمضان کی مبارک باد دینے میں اصل ہے۔ ایک روایت میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ’’أَتَاكُمْ رَمَضَان سَيِّدُ الشُّهُوْر ، فَمَرْحَباً بِه وَ أَهْلاً ‘‘ تمہارے پاس رمضان آیا ہے جو مہینوں کا سردار ہے، خوش آمدید ہو، آفریں ہو۔ (کنز العمال:۲۳۷۳۴۔ مجمع الزوائد، باب فی شہور البرکۃ وفضل شہر رمضان)

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم تو رجب ہی کے مہینے سے رمضان تک پہنچ جانے کی دعا فرماتے تھے:

’’اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي رَجَبَ وَ شَعْبَان وَ بَلِّغْنَا رَمَضَان ‘‘ یا اللہ ہمارے لئے رجب اور شعبان میں برکت عطا فرما اور ہمیں رمضان نصیب فرما۔ بعض اسلاف سے منقول ہے کہ وہ رمضان پانے کے لئے دعائیں کیا کرتے تھے، چنانچہ حافظ ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ لطائف المعارف میں لکھتے ہیں کہ معلیٰ بن فضل چھ مہینہ تک یہ دعا کرتے تھے کہ اے اللہ، ہمیں ماہ رمضان نصیب فرما، اور چھ ماہ یہ دعا کرتے تھے کہ اے اللہ، ہم نے جو عبادتیں کی ہیں اسے قبول فرما۔ اور فرماتے ہیں کہ: یحییٰ بن ابی کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سلف صالحین کی یہ دعا ہوا کرتی تھی کہ اے اللہ، مجھے رمضان تک پہنچادے اور رمضان کو مجھ تک پہنچادے اور پھر مجھ سے اس میں کی ہوئی عبادتیں قبول فرمالے (لطائف المعارف ص:۲۸۰، دار ابن کثیر۔۱۹۹۹) ہمیں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور آپ کے عاشقوں کی اتباع کرتے ہوئے اس مبارک مہینے کی تیاری میں لگ جانا چاہئے اور اس کی ایک ایک گھڑی کی قدر کرنی چاہئے اور اسکا کوئی لمحہ ضائع نہیں کرنا چاہئے کہ پھر زندگی میں یہ مبارک لمحات ملیں نہ ملیں، کچھ خبر نہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ: ’’لَوْ يَعْلَمُ الْعِبَاد مَافِي رَمَضَان لَتَمَنَّت اُمَّتِي أَنْ يَّكُوْنَ رَمَضَان السَّنَةَ كُلَّهَا ‘‘ یعنی اگر بندے اس چیز کو جان لیں جو رمضان میں ہے تو میری امت یہ تمنا کرے کہ پورے سال رمضان ہی رہے۔ (کنز العمال:۲۳۷۱۵، شعب:۳۰/۳۱۳/۳ أبی مسعود الغفاری) اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس مبارک مہینے کے پل پل قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

اہل عدم نہ پوچھو کچھ ہم سے حالِ دنیا

اکبر الہ آبادی

کیا پوچھتے ہو مجھ سے پہلو میں تیرے کیا ہے
اب تو نہیں ہے کچھ بھی، دل تھا سو کھو گیا ہے

پایا عجیب عالم قاتل تری گلی میں
ہر زخم میں ہے مرہم ہر درد یاں دوا ہے

مجھ زار و ناتواں کا رہتا ہے میلِ خاطر
سختی دل تمہاری ہم سنگ کہربا ہے

برسوں کا چھوڑتی ہے دم بھر میں ساتھ ظالم
کہتے عمر جس کو معشوقِ بے وفا ہے

گنجینۂ محبت وحشت میں کیا ہو خالی
داغِ جنوں کا سکہ سرمایۂ وفا ہے

صرصر نے لاکھ چاہا اٹھا نہ اس گلی سے
اب تک غبار اپنا خاکِ رہِ وفا ہے

رنگین تری ادا نے دل خوں کیا چمن کا
جو گل ہے داغِ دل ہے، جو برگ ہے حنا ہے

ہو جس طرح طبیعت لازم ہے شوقِ کامل
ہر بات میں اثر ہے ہر رنگ میں مزا ہے

ایسا مٹا دیا ہے الفت میں دل کو میں نے
رنگِ رخِ تمنا گردِ رہِ وفا ہے

کل کی تھی بے خودی میں دم بھر کو سیر دل کی
کس لطف کی ہوا ہے کیا باغ خوش فضا ہے

کیا شرح آرزو پرواہو زبان اپنی
افسانۂ دو عالم آغاز مدعا ہے

اظہار شوق میں ہے رسوائی محبت
ہے حرف آبرو پر جو حرفِ مدعا ہے

اہل عدم نہ پوچھو کچھ ہم سے حالِ دنیا
رہ آئے ہم بھی دو دن اک مہماں سرا ہے

کیونکر نہ شعرِ اکبر آئے پسند سب کو
یہ رنگ ہی نیا ہے، کوچہ ہی دوسرا ہے

درسِ قرآن

مستفاد از تفسیر تبیان القرآن

مولانا عمادالدین مظاہری ایم اے☆

سورۂ مومنون

اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

وَهُوَ الَّذِی اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ ط قَلِیْلاً مَّا تَشْكُرُوْنَ o وَهُوَ الَّذِی ذَرَاَكُمْ فِی الْاَرْضِ وَ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ o وَهُوَ الَّذِی یُحْیِی وَ یُمِیْتُ وَ لَهُ اخْتِلَافُ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ ط اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ o بَلْ قَالُوْا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ o قَالُوْا ءَ اِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَاباً وَّ عِظَاماً ءَ اِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ o لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَ اٰبَآؤُنَا هٰذَا مِنْ قَبْلُ اِنْ هٰذَا اِلَّآ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ o قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِیْهَا اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ o سَیَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ط قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ o قُلْ اِنَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ o سَیَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ط قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ o قُلْ مَنْ بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ وَهُوَ یُجِیْرُ وَ لَا یُجَارُ عَلَیْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ o سَیَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ط قُلْ فَاَنّٰی تُسْحَرُوْنَ o بَلْ اَتَیْنٰهُمْ بِالْحَقِّ وَ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ o مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّ مَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذاً لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍ بِمَا خَلَقَ وَ لَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰی بَعْضٍ ط سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یَصِفُوْنَ o عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِكُوْنَ o قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِیَنِّی مَا یُوْعَدُوْنَ o رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِی فِی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ o وَ اِنَّا عَلٰٓی اَنْ نُّرِیَكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقٰدِرُوْنَ o اِدْفَعْ بِالَّتِی هِیَ اَحْسَنُ السَّیِّئَةَ ط نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَصِفُوْنَ o وَ قُلْ رَّبِّ اَعُوْذُبِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّیٰطِیْنِ o وَ اَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنِ o حَتّٰی اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ o لَعَلِّی اَعْمَلُ صَالِحاً فِیْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ط اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا ط وَ مِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ o فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَیْنَهُمْ یَوْمَئِذٍ وَّ لَا یَتَسَآءَلُوْنَ o فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ o وَ مَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْا اَنْفُسَهُمْ فِی جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ o تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِیْهَا كٰلِحُوْنَ o اَلَمْ تَكُنْ اٰیٰتِی تُتْلٰی عَلَیْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ o قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَیْنَا شِقْوَتُنَا وَ كُنَّا قَوْماً ضَآلِّیْنَ o رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ o قَالَ اخْسَئُوْا فِیْهَا وَ لَا تُكَلِّمُوْنِ o اِنَّهٗ كَانَ فَرِیْقٌ مِّنْ عِبَادِی یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْلَنَا وَارْحَمْنَا وَ اَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ o فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِیّاً حَتّٰی اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِی وَ كُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ o اِنِّی جَزَیْتُهُمُ الْیَوْمَ بِمَا صَبَرُوْا لا اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ o قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِی الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِیْنَ o قَالُوْا لَبِثْنَا یَوْماً اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ فَسْئَلِ الْعَآدِّیْنَ o قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِیْلاً لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ o (سورۃ المومنون: از آیت: ۷۸، تا ۱۱۴)

☆ استاذ دارالعلوم مرکز اسلامی الہ آباد

یہ کان، آنکھ، دل وغیرہ دین حق پہچان کر شکر ادا کرنے کے لئے ہے

وَهُوَ الَّذِی اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ ط قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ o (آیت:۷۸) اور وہی ہے جس نے تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل بنائے (لیکن) تم لوگ بہت ہی کم شکر کرتے ہو۔ یعنی یہ آنکھ، کان اور دل و دماغ تو تمہیں اس لئے دئے گئے تھے تا کہ ان کے ذریعہ آرام وراحت کی زندگی بھی بسر کرو اور اللہ کی آیات کو دیکھو، سنو اور دین حق کو پہچانو سمجھو اور اس پر عمل کرو اس طرح ان نعمتوں کا شکر ادا کرو، مگر ان سے اتنا بھی شکر ادا نہ ہوا کہ کم از کم ان نعمتوں کو بخشنے والی ذات پر ایمان ہی لے آتے۔

وَهُوَ الَّذِی ذَرَاَكُمْ فِی الْاَرْضِ وَ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ o (آیت:۷۹) اور وہی ہے جس نے تم کو زمین میں پھیلا رکھا ہے اور تم سب اسی کے پاس اکٹھے کئے جاؤ گے۔ اس وقت ناشکری کی حقیقت معلوم ہو جائے گی کیونکہ ہر ایک کو اس کی شکر گذاری کا اجر وثواب اور کفر و ناشکری کی سزا مل جائے گی۔

موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کی دلیل

وَهُوَ الَّذِی یُحْیِی وَ یُمِیْتُ وَ لَهُ اخْتِلَافُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ط اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ o (آیت:۸۰) اور وہی ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے اور اسی کے اختیار میں ہے رات اور دن کا گھٹنا بڑھنا کیا پھر بھی تم نہیں سمجھتے۔ یعنی جس کے قبضہ اور اختیار میں جلانا مارنا اور اندھیرے سے اجالا اور اجالے سے اندھیرا کرنا اور رات دن کا گھٹانا بڑھانا ہے اس کی قدرت سے کیا مشکل ہے کہ وہ مرنے کے بعد تم کو دوبارہ زندہ کر دے جو تم دوبارہ زندگی کا انکار کرتے ہو۔ اور کیا اس جیسا کوئی دوسرا بھی ہے جو یہ سب کام کرسکتا ہے اس کی خدائی میں دوسروں کو شریک کرتے ہو؟ اس میں اللہ کی توحید اور دوبارہ زندہ کرنے دونوں کی دلیل ہے۔

بَلْ قَالُوا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ o قَالُوا ءَ اِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا ءَ اِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ o لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَ اٰبَآؤُنَا هٰذَا مِنْ قَبْلُ اِنْ هٰذَا اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ o (آیت:۸۱،۸۲،۸۳) بلکہ یہ لوگ بھی ویسی ہی بات کہتے ہیں جیسے اگلے (کافر) کہتے آئے ہیں کہ کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا ہ دوبارہ زندہ کئے جائیں گے، یہ وعدہ تو ہم سے اور ہمارے باپ دادوں سے پہلے سے ہوتا چلا آیا ہے، یہ کچھ بھی نہیں ہے سوا اگلوں کی بے سند باتوں کے۔ یعنی یہ کافر کہتے ہیں کہ دوبارہ زندہ ہونے کی یہ بات تو ہمارے باپ دادوں سے بھی کہی گئی تھی، بہت زمانے سے ہم یہی سنتے چلے آرہے ہیں، لیکن آج

تک تو ہم نے کسی کو زندہ ہوتے نہ دیکھا۔ یہ سب قصے کہانیاں ہیں جو پہلے لوگوں نے گڑھ لی تھیں وہی نقل ہوتی چلی آرہی ہیں اور اسی کو یہ بھی سنائے جارہے ہیں جن کی نہ کوئی حقیقت ہے اور نہ اصلیت۔ کفار و مشرکین کی یہ بات صرف آخرت اور دوبارہ زندہ ہونے ہی کا انکار نہیں ہے بلکہ یہ اللہ کی قدرت وحکمت اور توحید کا بھی انکار ہے، اس لئے آگے کی آیات میں اللہ کی قدرت اور توحید دونوں کو ثابت فرمایا گیا ہے۔

قُلْ لِّمَنِ الْاَرْض وَمَنْ فِيْهَا اِنْ كُنْتُم تَعْلَمُوْن o سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰه ط قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْن o (آیت:۸۴،۸۵) آپ کہہ دیجئے کہ زمین اور اس پر جو رہتے ہیں کس کے ہیں، اگر تم جانتے ہو۔ وہ ضرور یہی کہیں گے کہ اللہ کے ہیں، آپ کہئے کہ پھر کیوں نہیں غور کرتے۔ یعنی پھر تم یہ بات کیوں نہیں سمجھتے کہ اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور نہ اس کے لئے دوبارہ پیدا کر دینا کچھ مشکل ہے؟

قُلْ اِنَّ رَبِّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْم o سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰه ط قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْن o (آیت:۸۶،۸۷) آپ کہئے سات آسمانوں کا مالک اور عالی شان عرش کا مالک کون ہے؟ وہ ضرور کہیں گے کہ یہ بھی اللہ کا ہے، آپ کہئے کہ پھر تم کیوں نہیں ڈرتے؟ اور اس کی قدرت اور توحید کا انکار کئے جاتے ہو۔ اور تمہیں ذرا بھی ڈر نہیں لگتا کہ آسمان و زمین کے مالک و حاکم نے اگر کبھی ہم سے حساب لیا تو ہم کیا جواب دیں گے؟

اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں سب کچھ ہے

قُلْ مَنْ بِيَدِه مَلَكُوْت كل شَيْئی وَهُوَ يُجِيْرُ وَ لَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُم تَعْلَمُوْن o (آیت:۸۸) آپ کہئے کہ وہ کون ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا اختیار ہے اور وہ پناہ دیتا ہے اور کوئی اس کے مقابلہ میں کسی کو پناہ نہیں دے سکتا۔ یعنی اللہ جس کو چاہے عذاب و مصیبت اور رنج و تکلیف سے پناہ دیدے لیکن کسی دوسرے کی مجال نہیں کہ اس کے مقابلہ میں کسی کو پناہ دے کر اس کے عذاب سے بچالے۔ یہ بات دنیا و آخرت دونوں کے اعتبار سے بالکل درست اور یقینی ہے کہ نہ دنیا میں کوئی اللہ کے عذاب سے بچا سکتا ہے اور نہ آخرت میں اگر تم جانتے ہو۔

سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰه ط قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْن o (آیت:۸۹) وہ ضرور یہی کہیں گے کہ یہ سب (صفت) اللہ ہی کی ہے۔ آپ کہئے کہ پھر تم کو کیا خبط ہو رہا ہے۔ یعنی پھر تماری عقل کو کیا ہو گیا کہ ان سب باتوں کے اقرار کے باوجود تم اللہ کی توحید اور اس کی قدرت کاملہ کا کہ وہ تم کو دوبارہ حساب کے لئے زندہ کرے گا

انکار کرتے ہو۔ حالانکہ جب رب اور خالق و مالک وہی ہے تو پھر معبود اور عبادت کا مستحق دوسرا کیسے ہوسکتا ہے۔؟!!

بَلْ اَتَیْنٰھُم بِالْحَق وَ اِنَّھُم لَکٰذِبُوْن o (آیت:۹۰) بلکہ ہم نے ان کو حق بات پہنچادی اور یقیناً یہ لوگ جھوٹے ہیں۔ یعنی وہ اپنی اس بات میں جھوٹے ہیں کہ اللہ کے سوا کسی اور کو بھی کچھ خدائی اختیارات و صفات اور عبادات کا استحقاق حاصل ہے اور اس بات میں بھی جھوٹے ہیں مرنے کے بعد زندہ ہونا ممکن نہیں ہے۔ اللہ کے مالک ومختار اور قادر مطلق ہونے کا جو اقرار انھوں نے کیا ہے خود اس سے ان کا جھوٹ ثابت ہورہا ہے۔

اللہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں

"مَااتَّخَذَ اللّٰہ مِنْ وَّلَد " (آیت:۹۱) اللہ نے کسی کو اولاد نہیں قرار دیا۔ یعنی اس کے نہ کوئی بیٹا ہے جیسا کہ عیسائیوں نے سمجھ رکھا اور نہ اس کے کوئی بیٹی ہے جیسا مشرکین قریش فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہا کرتے تھے۔

وَّ مَا کَانَ مَعَہٗ مِنْ اِلٰہ اِذاً لَذَھَب کُلُّ اِلٰہ بِمَا خَلَقَ و لَعَلَا بُعْضُھُم عَلیٰ بَعْض ط سُبحٰن اللّٰہ عَمّا یَصِفُون o (آیت:۹۱) اور نہ اس کے ساتھ کوئی اور معبود ہے اگر ایسا ہوتا تو ہر خدا اپنی مخلوق کو لے کر الگ ہوجاتا اور ایک دوسرے پر چڑھائی کرتا، اللہ ان باتوں سے پاک ہے جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں۔ یعنی پھر تو ہر خدا دنیا کے بادشاہوں کی طرح اپنی مخلوقات اور رعایا کو لے کر دوسرے پر چڑھائی کردیتا اور دنیا کا یہ نظام تباہ و برباد ہوجاتا لیکن ایسا نہیں ہوا اور دنیا کا نظام سب بدستور ایک ہی طرح قائم ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اللہ ان تمام باتوں سے پاک ہے جو یہ مشرکین اس کے بارے میں کہا کرتے ہیں۔

عٰلِمُ الْغَیْب وَالشَّھَادَۃِ فَتعٰلیٰ عَمَّایُشْرِکُوْن o (آیت:۹۲) وہ جاننے والا ہے چھپی اور کھلی باتوں کا لہٰذا وہ ان لوگوں کے شرک سے بالاتر ہے۔ یعنی وہ ان کی مشرکانہ باتوں اور عقائد سے برتر و بالا ہے کیونکہ اس کا علم بھی غیر محدود اور اس کی قدرت بھی غیر محدود پھر کوئی اس کا شریک کس طرح ہوسکتا ہے؟!!

ظالموں پر آئے ہوئے عذاب، وباوغیرہ سے اپنی حفاظت کی دعا کرنی چاہئے

قُل رَّبِّ اِمَّا تُرِیَنّی مَا یُو عَدُوْن o رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنی فِی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْن o (آیت:۹۳،۹۴)

آپ کہئے کہ اے میرے پروردگار اگر آپ مجھے وہ عذاب دکھا دیں جس کا وعدہ ان سے کیا جا رہا ہے تو اے میرے پروردگار مجھ کو ان ظالموں میں شامل نہ کیجئے گا۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے دراصل امت کو سنانا مقصود ہے کہ ہر مومن کو یہ دعا کرتے رہنا چاہئے کہ ''جب آس پاس میں پھیلی ہوئی برائیوں کی وجہ سے ظالموں پر عذاب آئے،تو اے میرے پروردگار، مجھ کو ان میں شامل نہ کیجئے۔کہیں ایسا نہ ہو کہ میں بھی اس کی لپیٹ میں آجاؤں'' مطلب یہ ہے کہ اللہ کا عذاب ایسی خوفناک چیز ہے کہ گناہ گاروں ہی کو نہیں، نیکو کاروں کو بھی اس سے پناہ مانگتے رہنا چاہئے۔کیونکہ جب عام عذاب آتا ہے تو بسا اوقات گیہوں کے ساتھ گھن بھی پس جاتا ہے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرماتے تھے:''و اذا اردت بقوم فتنة فتوفني اليک غير مفتون ''(ترمذی،تفسیر سورۂ ص) اے اللہ جب تو کسی قوم کو عذاب یا آزمائش میں مبتلا کرنا چاہے تو اس سے پہلے مجھے دنیا سے اٹھا لے۔

وَ اِنَّا عَلٰٓى اَنْ نُّرِيَكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقٰدِرُوْنَ ○ (آیت:۹۵) اور بیشک ہم اس پر قادر ہیں کہ ہم جو وعدہ ان سے کر رہے ہیں وہ آپ کو بھی دکھا دیں۔یعنی ہم اس پر قادر ہیں کہ ہم آپ کے سامنے ہی ان کفار مکہ پر عذاب آتا ہوا آپ کو دکھلا دیں۔بعض مفسرین نے فرمایا کہ اہل مکہ پر قحط کا عذاب اور غزوۂ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں قتل و قید ہونے کا عذاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہو گیا تھا۔

برائی کو بھلائی،ظلم کو انصاف،اور بے رحمی کو رحم کے ذریعہ دفع کرنا چاہئے

اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ ط نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُوْنَ ○ (آیت:۹۶) آپ ان کی برائی کو ایسے برتاؤ سے دفع کر دیا کیجئے جو بہت اچھا ہو ہم خوب جانتے ہیں جو کچھ یہ لوگ کہا کرتے ہیں۔یعنی آپ کے بلند مقام اور اعلیٰ کردار کا تقاضا یہ ہے کہ آپ ان کی شرارتوں اور خباثتوں کا بدلہ اپنی طرف سے نہ لیجئے اور برائی کو بھلائی،ظلم کو انصاف،اور بے رحمی کو رحم کے ذریعہ دفع فرمائیں۔آپ کی نسبت یہ جو بیہودہ بکواس کیا کرتے ہیں ہم اس کو خوب جانتے ہیں، وقت آنے پر اس کی سزا دینے کے لئے ہم خود ہی کافی ہیں۔

جناتی شیطانوں سے حفاظت کا طریقہ صرف یہ ہے کہ اللہ کی پناہ مانگی جائے

وَ قُلْ رَّبِّ اَعُوْذُبِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ○ (آیت:۹۷) اور آپ کہئے کہ اے میرے پروردگار میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں شیطانوں کے وسوسوں سے۔انسانی شیطانوں کو حسن اخلاق وغیرہ سے

قابو میں کیا جا سکتا ہے لیکن جناتی شیطانوں سے حفاظت کا طریقہ صرف یہی ہے کہ اللہ کی پناہ مانگی جائے۔ اس آیت میں اسی کی تعلیم دی گئی ہے۔ شیطانوں اور جناتوں کے ہر طرح کے اثرات اور حملوں سے حفاظت کے لئے یہ دعا مفید اور مجرب ہے۔

نیند لانے کی بہترین دعا

حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رات میں نیند نہیں آتی تھی، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ دعا بتائی اس کے پڑھنے سے ان کی تکلیف دور ہوگئی، وہ دعا یہ ہے: ''اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ غَضَبِ اللّٰهِ وَ عِقَابِه وَ مِنْ شَرِّ عِبَادِهِ وَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَ أَنْ يَّحْضُرُوْنَ '' (ترمذی، ابواب الدعوات)

شیطان کے حملہ سے بچنے کے لئے دعا کی تعلیم

وَ اَعُوْذُ بِکَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْن ○ (آیت:۹۸) اور اے میرے پروردگار، میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ شیطان میرے پاس آئیں۔ یعنی وسوسہ ڈالنا تو درکنار، کسی حال میں بھی شیطان کو میرے پاس پھٹکنے تک نہ دیجئے کہ وہ مجھ پر حملہ کر سکے۔ حدیث شریف میں ہے کہ شیطان تمہارے ہر کام میں ہر حال میں تمہارے پاس آتا ہے اور گناہوں اور غلط کاموں کا وسوسہ دل میں ڈالتا رہتا ہے۔ (صحیح مسلم، معارف القرآن) اسی سے پناہ مانگنے کے لئے یہ دعا سکھلائی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے سامنے کافر کی درخواست

''حَتّٰىٓ اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ○ لَعَلِّیٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ '' (آیت:۹۹،۱۰۰) (یہ کافر باز نہیں آتے) یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی پر موت آ کھڑی ہوتی ہے تو اس وقت کہتا ہے کہ اے میرے پرودگار، مجھے واپس بھیج دیجئے تاکہ جس کو میں چھوڑ آیا ہوں اس میں پھر جا کر نیک کام کروں۔ یعنی موت کے وقت جب کافر کے سامنے آخرت کا عذاب آنے لگتا ہے تو وہ درخواست کرتا ہے کہ مجھے بس ایک دفعہ دنیا میں اور بھیج دیا جائے تو اب ہم کبھی نافرمانی نہ کریں گے اور نیک عمل کریں گے اور سیدھے راستہ ہی پر چلیں گے۔ قرآن مجید میں کئی جگہ یہ بیان کیا گیا کہ کافر یہ درخواست موت کے وقت، دوبارہ زندہ کئے جانے کے وقت، بارگاہ الٰہی میں حاضری کے وقت اور دوزخ میں داخل کئے جانے کے

وقت بار بار کریں گے۔

کَلَّاط (آیت:۱۰۰) ہرگز نہیں۔یعنی ہرگز اس کو دنیا میں واپس نہیں بھیجا جائے گا،اس کی یہ درخواست و آرزو ہرگز پوری نہ ہوگی۔

اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا ط (آیت:۱۰۰) یہ ایک بات ہی بات ہے جس کو وہ کہے جا رہے ہیں۔یعنی یہ محض اس کے کہنے کی بات ہے، اگر اس کو دوبارہ دنیا میں بھیج دیا جائے تو پھر یہ وہی سب کچھ کرے گا جو کر کے آیا ہے، اس لئے اس کو بکنے دو، اب اس کی کچھ نہ سنی جائے گی، سننے کا وقت گذر چکا۔

وَ مِنْ وَرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝ (آیت:۱۰۰) اور ان لوگوں کے آگے ایک آڑ ہے ان کے دوبارہ اٹھائے جانے دن تک۔اصل میں ''برزخ'' کا لفظ آیا ہے جس کے معنی دو چیزوں کے درمیان آڑ کے ہیں۔مطلب یہ ہے کہ اب یہ دنیا اور آخرت کے درمیان عالم برزخ میں پہنچ چکا ہے وہاں سے لوٹ کر دنیا میں کوئی نہیں آتا قیامت تک اسی میں ٹھہرا رہے گا۔دنیا اور آخرت دونوں سے پردہ رہتا ہے۔

قیامت میں سارے نسبی سسرالی رشتے ختم ہو جائیں گے

''**فَاِذَا نُفِخَ فِى الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ**'' (آیت:۹۹،۱۰۱) پھر جب صور پھونکا جائے گا تو اس دن ان کے درمیان رشتے ناتے نہ رہیں گے۔یعنی عالم برزخ کے بعد جب قیامت آئے گی اور صور پھونکا جائے گا تو لوگ ایسی ہول اور ہیبت میں گرفتار ہوں گے کہ کوئی کسی کی ہمدردی نہ کرے گا، اور کسی کو کسی کے پوچھنے تک کا ہوش نہ ہوگا، نہ باپ بیٹے کے کام آئے گا اور نہ بیٹا باپ کے، کسی کو کسی سے کچھ سروکار نہ ہوگا۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ حال کافروں کا ہوگا کیونکہ مومنین کے بارے میں قرآ مجید میں ہے ''**الحقنا بهم ذريتهم**'' (سورۂ طور:۲۱) یعنی نیک مسلمانوں کی اولاد کو بھی اللہ تعالیٰ ان کے باپوں کے ساتھ کر دے گا بشرطیکہ وہ مومن رہے ہوں۔اور ابن عساکر نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز سارے نسبی اور سسرالی رشتے ختم ہو جائیں گے (کہ کوئی کسی کے کام نہ آئے گا) سوا میرے نسبی اور سسرالی رشتے کے۔اس سے معلوم ہوا کہ اہل ایمان کے آپسی تعلقات ایک دوسرے کے کام آئیں گے۔(معارف القرآن)

وَّ لَا يَتَسَآءَلُوْنَ ۝ (آیت:۱۰۱) اور نہ کوئی کسی کو پوچھے گا۔میدان حشر میں مختلف اوقات میں مختلف

حال ہوگا، شروع میں تو ایسا ہوگا کہ کوئی کسی کو نہ پوچھے گا، بعد میں ایک دوسرے کو پہچانیں گے بھی اور حال بھی پوچھیں گے، چنانچہ ایک آیت میں ہے کہ ''واَقبل بعضھم علی بعض یتسآء لون '' کہ ایک دوسرے سے پوچھ گچھ کریں گے۔

فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُه فَاُولٰئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ (آیت:۱۰۲) تو جس کا پلڑا بھاری ہوگا وہی لوگ کامیاب ہوں گے۔ یعنی اس روز کام آنے والی چیز صرف ایمان ہوگی اور مومنین کی پہچان یہ ہوگی کہ ان کے عقائد اور اعمال کا پلڑا بھاری ہوگا۔

وَ مَنْ خَفَّتْ مَوَا زِيْنُه فَاُولٰئِکَ الَّذِيْنَ خَسِرُوا اَنْفُسَهُمْ فِي جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ○ (آیت:۱۰۳) اور جس کا پلڑا ہلکا ہوگا وہی لوگ وہ ہوں گے جنھوں نے اپنا نقصان کرلیا وہ جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ یعنی کافروں کا پلڑا ہلکا ہوگا کیونکہ ان کی نیکیوں کے پلڑے میں کوئی وزن ہی نہ ہوگا، جس کے نتیجہ میں ان کو ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہنا پڑے گا۔

جہنمیوں کی ہولناک صورت

تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا کٰلِحُوْنَ ○ (آیت:۱۰۴) ان کے چہروں کو آگ جھلستی ہوگی اور اس میں ان کے منھ بگڑے ہوئے ہوں گے۔ ''کالح'' اس کو کہتے ہیں جس کے اوپر کے ہونٹ اوپر اور نیچے کے ہونٹ نیچے ہو جائے اور دانت دکھائے دینے لگے جس سے نہایت بری ڈراونی صورت ہو جائے۔ جہنمیوں کے اوپر کا ہونٹ اوپر چڑھ جائے گا اور نیچے لٹک جائے گا اور دانت کھلے کھلے نظر آئیں گے۔

اَلَمْ تَکُنْ اٰيٰتِي تُتْلٰي عَلَيْکُم فَکُنْتُمْ بِهَا تُکَذِّبُوْنَ ○ (آیت:۱۰۵) کیا میری آیتیں تم کو پڑھ کر سنائی نہیں جاتی تھیں تو تم ان کو جھٹلایا کرتے تھے۔ یہ اسی کی سزا مل رہی ہے۔

قَالُوا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَ کُنَّا قَوْماً ضَآلِّيْنَ ○ (آیت:۱۰۶) وہ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہماری بدبختی نے ہم کو گھیر لیا تھا اور ہم گمراہ لوگ تھے۔ ہم اپنے جرم کا اقرار اور اس پر ندامت و معذرت کرتے ہیں۔

رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ○ (آیت:۱۰۷) اے ہمارے پروردگار ہم کو اس سے نکال دیجئے پھر اگر ہم دوبارہ ایسا کریں تو بیشک ہم قصوروار ہوں گے۔ یعنی ایک دفعہ ہم کو یہاں سے نکال کر دنیا

میں بھیج دیجئے پھر اگر ہم ایسا کریں تو جو سزا چاہے دیجئے گا لیکن اب تو چھوڑ ہی دیجئے۔

قَالَ اخْسَئُوا فِيهَا وَ لَا تُكَلِّمُوْن o (آیت:۱۰۸) ارشاد ہوگا کہ دھتکارے ہوئے اسی میں پڑے رہو اور مجھ سے بات مت کرو۔ یعنی بک بک مت کرو، تمہاری درخواست ہم نہیں منظور کرتے، اب تو جو کچھ کیا تھا اس کی سزا بھگتو۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل جہنم کی یہ آخری بات ہوگی اس کے بعد پھر وہ فریاد و درخواست کچھ نہ کرسکیں گے، بس جانوروں کی طرح ایکدوسرے کی طرف منھ کر کے بھوکیں گے۔ (خدا کی پناہ)

تم نے مسلمانوں کا مذاق اڑایا

اِنَّـه كَـانَ فَرِيْقٌ مِنْ عِبَادِى يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اٰمَنَّا فَاغْفِرْلَنَا وَارْحَمْنَا وَ اَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْن o فَـاتَّخَذْتُمُوْهُم سُخْرِيًّا حَتىٰ اَنْسَوْكُم ذِكْرِى وَ كُنْتُم مِّنْهُم تَضْحَكُوْن o (آیت:۱۰۹،۱۱۰) **بیشک** میرے بندوں میں سے ایک گروہ ایسا بھی تھا جو کہا کرتا تھا کہ اے ہمارے پروردگار، ہم ایمان لے آئے، پس ہم کو بخش دیجئے اور ہم پر رحمت کیجئے اور آپ سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والے ہیں، تو تم نے ان کا مذاق بنایا تھا یہاں تک کہ انھوں نے تم کو میری یاد بھلا دی اور تم ان کی ہنسی اڑایا کرتے تھے۔ یعنی کیا تم کو یاد نہیں رہا کہ دنیا میں جب میرے مسلمان بندے اپنے پروردگار سے دعا و استغفار کرتے تھے تو تم ان کا مذاق اڑاتے تھے اور ان کے پیچھے پڑ کر تم نے مجھے بھی بھلا دیا کہ جیسے تمہاری ان حرکتوں کی سزا دینے والا ہی کوئی نہیں ہے۔

اِنِّى جَزَيْتُهُمُ الْيَوْم بِمَا صَبَرُوا لا اَنَّهُـمْ هُمُ الْفَائِزُوْن o (آیت:۱۱۱) میں نے ان کو آج ان کے صبر کا بدلہ یہ دیا کہ وہی کامیاب ہوئے۔ اور جو تم اپنی روشن خیالی اور ترقی پسندی پر گھمنڈ کرتے تھے اس ذلت و ناکامی کے عذاب میں گرفتار ہوئے، ان بیچارے غریب مسلمانوں کا کیا بگڑا، انھوں نے تمہاری ایذاؤں کی چندروزہ کلفت و مصیبت کو صبر کے ساتھ برداشت کرلیا جس کا پھل آج ان کو یہ ملا کہ وہ ہر طرح کامیاب و بامراد اور ہر طرح کی نعمتوں اور لذتوں سے شادکام ہیں اور تمہارے حصہ میں صرف مصیبت ہی آئی۔

ہم دنیا میں ایک دن یا اس سے بھی کم رہے ہوں گے

قٰلَ كَمْ لَبِثْتُم فِى الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْن o قَـالُـوا لَبِثْـنَا يَوماً اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْئَلِ الْعَآدِّين o

(آیت:۱۱۲، ۱۱۳) ارشاد ہوگا کہ تم زمین میں کتنے برس رہے ہوگے؟ وہ کہیں گے کہ ہم ایک دن یا ایک دن سے بھی کم رہے ہوں گے، سو گننے والوں سے پوچھ لیجئے۔ یعنی فرشتوں سے پوچھ لیجئے کیونکہ ان کے پاس بندوں کے اعمال اور عمر وغیرہ ہر چیز کا حساب رہتا ہے، چونکہ قیامت کے ہول وڈر کی وجہ سے ان کے ہوش وحواس گم ہو چکے ہوں گے اور اس دن کی لمبائی اور بڑائی بھی سامنے ہوگی اس لئے گھبراہٹ میں یہ جواب دیں گے کہ ایک دن یا کچھ کم ہی رہے ہوں گے اور سچ تو یہ ہے کہ ہم کو تو کچھ یاد نہیں فرشتوں ہی سے پوچھ لیجئے جن کے پاس حساب کتاب رہتا تھا۔

...تو دنیا کی فانی لذتوں پر مغرور نہ ہوتے

قٰلَ اِنۡ لَّبِثۡتُمۡ اِلَّا قَلِیۡلًا لَّوۡ اَنَّکُمۡ کُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ο (آیت:۱۱۴) ارشاد ہوگا کہ بیشک تم تھوڑی ہی مدت رہے ہو، کاش تم سمجھتے ہوتے۔ یعنی آخرت کی دائمی زندگی کے مقابلہ میں یقیناً دنیا کی زندگی بہت ہی تھوڑی ہے لیکن دنیا میں جب ہمارے پیغمبر تم کو یہی بات بتاتے رہے کہ دنیا کی زندگی بس چند روز کی ہے اسی کو اصل زندگی نہ سمجھ بیٹھو اور اصل دائمی زندگی آخرت کی ہے جہاں تمہیں ہمیشہ رہنا ہے، کاش اس وقت تم نے اس حقیقت کو سمجھ لیا ہوتا تو دنیا کی فانی نعمتوں اور لذتوں پر مغرور نہ ہوتے اور اسی کو سب کچھ سمجھ کر کفر و نافرمانی نہ کرتے، اور اب پچھتانے سے کیا ہوتا ہے کہ وقت گذر چکا۔ ۞

موعظۂ حسنہ

روزے کے تین عشرے اور زکوۃ کی فضیلت

حضرت مولانا سید محمد غیاث الدین صاحب مظاہری دامت برکاتہم

یہ مضمون حضرت والا کا ایک بیان ہے جو نزد مسجد نبی خان (ہری مسجد) سول لائنس الہ آباد میں بتاریخ ۲۰ رمضان المبارک ۱۴۲۶ھ مطابق ۲۳/ اکتوبر ۲۰۰۵ء کو ہوا تھا، اس بیان میں شہر الہ آباد کے اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقہ اور عمائدین کی ایک کثیر تعداد موجود تھی۔ ''اصلاحی بیانات'' سے اخذ کر کے افادۂ عام کیلئے اپنے قارئین کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ (ادارہ)

الحمد للّٰہ نحمده و نستعينه و نستغفره و نؤمن به و نتوكل عليه و نعوذ با لله من شرور انفسنا و من سيئات اعمالنا ، من يهده الله فلا مضل له و من يضلله فلا هادى له واشهد ان الا اله الا اللّٰہ وحده لا شريک له و اشهد ان سيدنا ونبينا و حبيبنا و كريمنا و مو لانا محمداً صلى اللّٰہ عليه وسلم و على آله و اصحابه و ازواجه و عترته وبارک وسلم تسليماً كثيراً كثيراً اما بعد، فاعوذ با للّٰہ من الشيطان الرجيم بسم اللّٰہ الرحمن الرحيم،وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِى سَبِيْلِ اللّٰه فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ اَلِيْم o يَوْمَ يُحْمىٰ عَلَيْهَا فِى نَارِ جَهَنَّم فَتُكْوٰى بِهَا جِبَا هُهُمْ وَ جُنُوْبُهُم وَ ظُهُوْرُهُم هٰذا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُم فَذُوْقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْن o صدق اللّٰـه العظيم و صدق رسوله النبى الكريم و نحن على ذلک من الشٰهدين و الشاكرين والحمد للّٰہ رب العالمين .

حضرات، اس وقت ہمارے پاس کل پینتیس چھتیس منٹ ہیں جو ان دونوں موضوعات میں سے ایک موضوع کے لئے بھی ناکافی ہیں اسلئے دونوں موضوع پر تو بیان ہو نہیں سکتا۔

اعتکاف کی برکتیں

پہلے موضوع کے لئے صرف اتنا عرض ہے کہ دوسرا عشرہ ابھی مغرب کی اذان ہوتے ہی ختم ہو جائے گا جو مغفرت کا تھا اور تیسرا عشرہ جو ''عتق من النار'' آگ سے آزادی کا ہے اس کی شروعات ہو جائے گی۔اور اس تیسرے عشرے میں ایک خاص عبادت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے جو سنت مؤکدہ ہے، لیکن سنت مؤکدہ ہر ہر شخص کے اوپر نہیں ہے بلکہ ہر محلّہ میں ایک شخص کے اوپر ہے، اس عبادت کا نام اعتکاف ہے۔ جو آج ہی مغرب سے پہلے مسجد میں پہنچ کر کے اعتکاف کی نیت سے بیٹھ جانا ہے، اور پھر جب عید کا چاند نکل آئے، ریڈیو، ٹی وی میں نہیں، آسمان میں، تب مسجد سے باہر نکلنا ہے، یہ ہے اعتکاف اور یہ سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے۔ اگر کسی بستی میں کوئی اعتکاف میں نہ بیٹھے تو سب کے سب گناہ گار ہوتے ہیں اور اگر ایک آدمی بیٹھ گیا تو سب کے اوپر سے گناہ اتر جاتا ہے، اور اس کی برکتیں بھی سب کو ملتی ہیں۔ ایک برکت تو یہی سب کو مل جاتی ہے کہ گناہ سر سے اتر جاتا ہے یہ معمولی برکت ہے اور بھی بہت سے معنوی اور باطنی برکتیں ہیں جن کو سمجھانے کے لئے اور اس کے بیان کرنے کے لئے مستقل وقت درکار ہے۔

مشہور قول کے مطابق اسی عشرے میں شب قدر والی راتیں بھی ہیں، اور وہ بھی مشہور قول کے مطابق طاق راتیں ہیں، جن میں سے ایک رات آج ہی ہوگی، اکیسویں پھر تیئسویں پھر پچیسویں پھر ستائیسویں اور انتیسویں، گو امام صاحب سے ایک قول یہ بھی منقول ہے کہ طاق ادھر سے چلے گا یعنی بائیس، چوبیس، چھبیس، لیکن میں اس وقت اس باریکی میں نہیں پڑتا ہوں آپ بھی اس باریکی میں نہ جایئے۔

شب قدر کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اس رات میں جاگ کر عبادت کرے اس لئے کہ سو کر تو عبادت ہوتی نہیں ہے، جاگ کر عبادت کرے محض جاگنا مقصود نہیں ہے کہ جاگتا رہے میں نے رمضان شریف میں بیان کرنے کے لئے معذرت کی تھی ایک وجہ اس وقت عرض کی تھی اور دوسری وجہ نہیں عرض کی تھی، وہ یہ کہ مجھ کو ضعف ہو جاتا ہے۔ بعض لوگوں کو رمضان شریف میں قوت بھی ہو جاتی ہے، قوت دو طرح کی بڑھتی ہے، بعض کی روحانی قوت بڑھتی ہے وہ روح والے ہوتے، عبادت کرتے ہیں۔ بعض لوگ خوب زبردست سحر و افطار کرتے ہیں اور کافی مقدار میں مقویات بھی اسی میں کھا لیتے ہیں کیونکہ اس میں ہضم کرنے کے لئے وقفہ بھی کافی ملتا ہے، سب ایڈجسٹ ہوتا رہتا ہے، دونوں طرح کے لوگ ہیں، اور یہاں دونوں ندارد۔ مادی بھی

ندارد ہے اور روحانی تو ہے ہی نہیں۔ اس لئے مجھے ہو جاتا ہے ضعف، خاص طور سے یہ وقت (یعنی عصر کے بعد) جو نچوڑ ہے بالکل دن بھر کا۔ تو میں نے بہت معذرت کی آنے والے حضرات سے، لیکن ان لوگوں کا حکم تھا جو مجھے ماننا پڑ گیا، حالانکہ میں کہیں افطار میں بھی نہیں جاتا ہوں اس لئے کہ افطار بھی دو طرح کی ہے ایک ناجائز اور ایک جائز۔ اور ناجائز کی بھی دو قسم ہے، ناجائز ایک وہ کہ جس میں روپیہ بھی ناجائز لگا ہوا ہو، یا مشتبہ ہو، فکسڈ ڈپازٹ کا روپیہ ہے، رشوت کا روپیہ ہے، الم غلم قسم کے چندے کا روپیہ ہے، زبردستی کے چندے کا روپیہ ہے، یہ تو ناجائز ہے بالکل ہی ناجائز ہے۔ اور ایک ناجائز وہ ہے جس میں پیسہ تو حلال ہے لیکن کرنے والے کی نیت صحیح نہیں ہے، اس کی نیت دکھلاوے کی ہے، شہرت حاصل کرنے کی ہے، حدیث میں ہے میرے پاس دلیل موجود ہے کہ یہ بھی ناجائز ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی دعوت میں بھی شرکت کرنے سے منع فرمایا ہے، اس میں تو خیر جانے کا کوئی سوال ہی نہیں ہے۔ لیکن جو جائز والی ہے اس میں بھی جانے میں نقصان ہے، وہ نقصان یہ ہے کہ یہی وقت عصر اور مغرب کے درمیان کا اس کا ہوتا ہے کہ اس میں آدمی کچھ ذکر و تلاوت وغیرہ کر لیتا ہے اور رمضان مبارک میں کچھ لوگوں کو اوابین وغیرہ پڑھنے کی توفیق ہو جاتی ہے تو وہ سب افطار کے بعد چلا گیا۔ آگا پیچھا دونوں خراب ہو گیا، جیسے شادی کا آگا پیچھا بڑا بھاری ہوتا ہے ویسے ہی آج کل کے افطار کا بھی آگا پیچھا بھاری ہونے لگا ہے، اس لئے نقصان ہی نقصان ہے۔ اس لئے جس سے جتنی احتیاط ہو سکے کرے۔

لیکن بہر حال یہاں تو ایک دین کی بات ہے کچھ دین کا کام ہو رہا ہے اگر مخلصانہ ہو جائے ہمارے اندر اخلاص ہو بولنے میں بھی اور سننے میں بھی، تو عبادت ہی عبادت ہے انشاء اللہ تعالیٰ۔

شب قدر میں جاگ کر عبادت کرنا مقصود ہے

خیر میں عرض یہ کر رہا تھا کہ شب قدر میں جاگ کر عبادت کرنا، یہ مقصود ہے اگر پوری رات کوئی نہیں جاگ سکتا تو بھی بہت آسان ہے　اللہ تعالیٰ کے یہاں تو بہت ہے، اس کے خزانہ میں کوئی کمی ہے نہیں، اور نہ خزانہ کی کوئی انتہا ہے اور نہ اس کے رحم و کرم بے پایاں کی کوئی انتہا ہے　اس لئے اگر کوئی صرف اتنا اہتمام کر لے کہ اس شب قدر والی راتوں میں مغرب سے لے کر عشاء تک عبادت میں مصروف رہے پھر عشاء کے بعد عبادت نہ کرے، نہ جاگے، غیبت، چغلخوری بھی نہ کرے اور ٹی وی بھی نہ دیکھے، اور خرافات بھی نہ

کرے، بلکہ سو جائے اور سحری کے وقت جیسے اٹھتا ہے ویسے ہی اٹھے اور کچھ رکعت تہجد کی پڑھ لے، کچھ ذکر و اذکار کر لے، سحری کھا لے اور فجر کی نماز جماعت سے پڑھ لے تو انشاءاللہ تعالیٰ وہ بھی شب قدر کی فضیلتوں اور اس کی رحمتوں سے محروم نہ رہے گا۔ لیکن میں نے ابھی آپ سے عرض کیا کہ یہ سب شب قدر والا معاملہ افطار پارٹی کی یا کم سے کم افطار ہی کی نذر ہو جائے گا۔ اسلئے یا تو اس قدر کی رات کی قدر کر لی جائے یا پھر دعوتیں اڑا لی جائیں، دو میں سے ایک ہی کام ہو سکتا ہے دونوں کام نہیں ہو سکتا۔ اس سلسلہ میں تو اتنا ہی عرض کرنا ہے۔ باقی اب آتا ہوں زکوۃ کے اوپر۔

میں نے اس وقت دو آیتیں تلاوت کی ہیں قرآن کریم کی، اس میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:۔

''وَالـذِيـنَ يَـكْـنِزُونَ الذَّهَبَ وَ الْفِضّة وَلا يُنفِقونَهَا فِي سَبِيلِ اللّٰه فَبَشِّرْهُم بِعَذابٍ اَلِيُم''

جو لوگ سونا چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور اس کو اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے ہیں، اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم، آپ ان لوگوں کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجئے۔ آپ ان کو بتلا دیجئے کہ وہ تاک اور انتظار میں ہیں تمہارے، وہ دردناک عذاب تمہارے تاک اور انتظار میں ہے، تمہارے وقت کا انتظار کر رہا ہے۔

وہ دردناک عذاب کیسا ہوگا؟ دوسری آیت میں اسی عذاب کی تفصیل بتلاتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:۔

''يَـومَ يُـحْمٰى عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّم فَتُكوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ و جُنُوبُهم وَ ظُهُورهم ، هٰذا مَا كَنَزتم فَذُوقُوا مَا كُنْتُم تَكْنِزُون''

مال سینت سینت کر رکھنے والوں کا انجام

یہ تفصیل ہے اس دردناک عذاب کی جس دن اس سونے چاندی کو جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا۔ آپ کہیں گے کہ ہم نوٹ رکھیں گے، ڈالر رکھیں گے، اور پاؤنڈ رکھیں گے، اسکو کیسے تپائیں گے؟ وہ بھی تپ جائے گا اور آپ کو بتانے کے لئے میں نے پہلے ہی بتا دیا ہے کہ وقت نہیں ہے، ورنہ میں آپ سے اس سلسلہ میں بھی کچھ عرض کرتا، وہ بھی تپ جائے گا، سب تپے گا، جس دن ان سب کو جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا۔

دیکھئے کھانا لکڑی کی آگ میں پکتا ہے لوہے کی آگ میں تو نہیں پکتا، پتھر کے کوئلے میں لوہے کو تپایا جاتا ہے، جس لکڑی کی آگ پر کھانا پکتا ہے اس لکڑی کی آگ پر آپ لوہا گرم کریں تو لوہا گرم ہوگا؟ اس میں

نہیں گرم ہوگا وہ۔اور پتھر کے کوئلے پر گرم کیجئے تو گرم ہو جائے گا۔تو معلوم ہوا کہ اِس کی تیزی اُس کی تیزی سے بہت بڑھی ہوئی ہے۔اور یہیں سے معلوم ہوا کہ آگ آگ میں فرق ہے،تو یہیں سے یہ معلوم ہوا کہ جو یہ فرمایا ہے کہ جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا اس میں بھی کوئی راز ہے،نہیں،آپ سمجھتے ہوں کہ مہوے آم کی پتی کی آگ میں تپایا جائے گا۔جس میں چنا بھونا جاتا ہے نہیں، بتادیا کہ آگ آگ میں فرق ہے،جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا:۔

''فَتُكْوٰی بِهَا جِبَاهُهُمْ وَ جُنُوْبُهُم وَ ظُهُوْرُهُمْ''

اور اسی سونا چاندی، ریال اور پاؤنڈ سے ان کی پیشانیوں کو ان کی پیٹھ کو اور ان کے کروٹوں کو داغا جائے گا۔تڑپیں گے تو کیا کہا جائے گا؟''هٰذا مَا كَنَزْتُمْ لِاَ نْفُسِكُم'' یہ وہ خزانہ ہے جو تم نے سینت سینت کر رکھا تھا،''فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْن'' تم جمع کر کے سینت سینت کر کے رکھتے تھے اسکا یہ مزہ چکھو۔

راہ خداوندی میں خرچ نہ کرنا،جس میں سب سے اہم زکوۃ ہے اس لئے کہ وہ فرض ہے،باقی کا تو زکوۃ کے بعد نمبر آتا ہے،فرض کے بعد نمبر ہے،اس پر اللہ تعالیٰ کی یہ وعید ہے کہ تم جو جمع کرتے ہو سینت سینت کر رکھ رہے ہو تو تم روپیہ اور سونا اور چاندی نہیں بچا رہے ہو، یہ تمہارے صندوق میں، یہ تمہاری الماری میں، یہ تمہارے بکس میں،تمہارے خزانہ میں،تمہاری تجوری میں یہ سونا اور چاندی نوٹ اور روپیہ نہیں ہے بلکہ یہ آگ ہے آگ،اور وہ بھی جہنم کی آگ ہے۔جو کچھ ہے سب اللہ تعالی کا ہے،اسمیں ہمارے ہنر و کمال اور فن کا دخل نہیں ہے،اس واسطے ان کا یہ حکم ہے۔

جو کچھ ہے ان کا فضل و کرم ہے

اتنی بڑی یہ وعید کیوں ہے؟اس لئے کہ جو کچھ عنایت فرمایا ہے یہ انھوں نے عنایت فرمایا ہے،اس میں ہمارے ہنر، ہمارے فن کا، ہمارے کمال کا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔ہم صرف اتنا کرتے ہیں کہ ایک محدود حد تک کچھ کوشش کر لیتے ہیں۔آپ صرف اتنا کر سکتے ہیں کہ اپنے لڑکے کو پڑھا دیجئے،اچھی سی اچھی ڈگری دلا دیجئے، لیکن کیا جتنے ڈگری ہولڈر ہیں وہ سب ملازمت پا گئے ہیں۔کتنے قابل اور لائق فائق ایسے ہیں جو ٹوٹی ہوئی ہوائی چپل پہن کر گھوم رہے ہیں اور ان سے کم صلاحیت والے ایسے ہیں کہ ان کے یہاں اس سے دس گنی صلاحیت والا ملازمت کر رہا ہے،اسکے سامنے چائے لا کر پیش کرتا ہے، کیا جتنے لوگوں نے دکانیں کھولی ہیں سب لوگوں کی

دکانیں چل رہی ہیں؟ دیکھا گیا ہے کہ تھوڑی سی رقم لگا کر دوکان کھولی اور دیکھتے دیکھتے اسکی دوکان کیا سے کیا ہوگئی۔ اور یہ بھی آپ دیکھتے ہیں کہ بڑا اسجا دھجا کر دوکان کھولا، بڑا روپیہ خرچ کیا اور فیل ہوگئے۔

ہمارے بس میں صرف یہ ہے کہ ہم دوکان کھول لیں، ہم لڑکے کو تعلیم دلادیں، ہمارے بس میں یہ نہیں ہے کہ ہم گاہک کو بھی بلالائیں اور ملازمت بھی دلادیں۔ آپ دوکان کھول کر بیٹھ جایئے، گاہک تو وہ بھیجتے ہیں، گاہک کو متوجہ کرنے والے وہ ہیں۔ خود میرے علم میں ایسے ڈاکٹر ہیں جو بہت قابل ہیں لیکن ان کے یہاں کوئی مریض جھانکتا بھی نہیں۔ ہیں ایم بی بی ایس اور ایم ڈی اور ایم ایس اور وہیں پر بی یو ایم ایس والا ہے وہ جھاڑے پڑا ہے، اِس میں رکھے کہ اُس میں رکھے، ٹھکانہ نہیں ہے۔ گاہک تو وہ بھیجتے ہیں، گاہک کے دلوں میں انھوں نے ڈالا کہ جاؤ اس کے یہاں سے لے لو۔ ورنہ وہ دوسری جگہ چلا جاتا۔ گاہک کے دل میں انھوں نے ڈالا کہ یہ سامان خریدلو ورنہ دوکان میں آکر اور ناپسند کر کے واپس چلا جاتا۔ آپ کے دل میں بھی اسی ذات نے ڈالا کہ یہ سامان لاؤ، یہ بکے گا ورنہ کوئی ایسا سامان خرید لاتے جو بازار میں نہ بکتا، دوکان میں پڑے پڑے سڑ جاتا، اور سڑتا ہے، ایسی دوکانیں ہیں جہاں گاہک نہیں آتے، یہ سب کچھ اس کارخانہ عالم میں جو تماشے ہو رہے ہیں اور جو یہ کرشمے ہو رہے ہیں تو کیا آپ نے یہ سمجھا ہے کہ یہ آپ کے فضل و ہنر اور کمال کا اثر اور تاثیر ہے۔

اپنے فن اور ہنر پر نظر نہیں ہونی چاہئے

یہ ان کے فضل کا اثر ہے اور یہ ان کے کرم کا سایہ ہے۔ کسان نے جو کچھ گھر میں رکھا ہوا تھا وہ بھی لے جا کر مٹی میں ملادیا، ان کا فضل ہوتا ہے تو اس دانے سے نرم نرم کونپلیں نکلتی ہیں وہ بھی ایسی نرم کی مرغی نہیں بلکہ مرغی کا بچہ بھی نوچے تو ختم ہو جائے، لیکن واہ رے حفاظت کی شان اس کی! اور اس کی شان ربوبیت! کہ ایسا نرم اور ملائم کونپل وہ بھی جنگل میں، صحرا میں، کھیت میں، وہ بڑھا اور اتنا بڑھا کہ اس میں خدا جانے کتنا غلہ پیدا ہو گیا۔ کتنی سبزیاں پیدا ہو گئیں لیکن جب ان کا فضل نہیں ہوتا تو یہی دھوپ کی تپش جس سے غلہ کی پرورش ہوتی ہے یہ اس کی تباہی کا سبب بن جاتی ہے، یہی پانی جس سے کسان کھیت سینچتا ہے، وہی پانی اس کی تباہی کا سبب بن جاتا ہے۔ یہ آپ کا فن ہے؟ آپ کا ہنر ہے؟ آپ کا کمال ہے؟ یا ان کا فضل ہے جو یہ عنایت فرما رہے ہیں؟ لہٰذا حق تو یہ تھا کہ وہ حکم فرماتے کہ ساڑھے ستانوے فیصد خیرات کردو اور ڈھائی فیصد اپنے پاس رکھو۔ حق

تو یہ تھا،اور یہ تقاضائے عقل کے مطابق اور مناسب تھا۔ارے اپنے لڑکے کو پڑھاتے ہیں اس کے بعد اس کی پوری تنخواہ سمیٹ لیتے ہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ بہت سی عورتیں اپنے لڑکوں کی شادی نہیں ہونے دیتیں کہ شادی ہوجائے گی تو سب سسرال بھیج دے گا۔ جب معاملہ سر سے اونچا ہوجائے گا تب شادی کریں گی۔کیا دخل ہے آپ کا اس کے اندر؟ بہت سے لوگ تو چاہتے ہیں کہ ہمارے لڑکا ہوجائے اور نہیں ہوتا،آپ کے چاہنے سے ہو گیا تھا اور کیا کیا تھا آپ نے،آپ نے اس کو ذہین بنایا تھا؟ ذہن،عقل اور سمجھ آپ کی دی ہوئی تھی؟ آپ نے صرف کاپی اور قلم ہی تو خریدا تھا اس کے لئے،کہ اور کچھ کیا تھا؟ اسکے بعد اتنا بڑا حق جتا رہے ہیں کہ جو کچھ کماؤ سب ادھر لاؤ،ہمارا پیٹ بہت بڑا ہے،ہر چہ آید در گھسیٹ۔اور جس نے اپنے فضل وعنایت سے آپ کو وجود بخشا اور آپ کی مٹی اور خاک سے سونا بنا دیا وہ اگر کہہ دے کہ اس میں سے ساڑھے ستانوے فیصد میری راہ میں خرچ کر اور ڈھائی فیصد تم اپنے پاس رکھو،تو کیا یہ عدل کے خلاف ہوتا؟ لیکن واہ رے کرم اور واہ رے فضل،حکم دیا تو یہ دیا خود ہی فرمایا ہے کلام پاک میں کہ انسان ضعیف ہے،یہ کمزور ہے یہ بہت برداشت نہ کر پائے گا،لہٰذا یہ فرمایا کہ تم ساڑھے ستانوے فیصد اپنے پاس رکھو اور صرف ڈھائی فیصد میرے راستہ میں نکال دیا کرو تو وہ جو ساڑھے ستانوے فیصد ہے وہ سب وہائٹ منی،سب پاک صاف ہوکر میری حفاظت میں آجائے گا۔ یہاں تو جو وہائٹ منی ہوتی ہے وہ تو صرف انکم ٹیکس والوں سے حفاظت میں رہتی ہے،چوروں ڈکیتوں سے حفاظت میں نہیں رہتی۔اور وہاں فرماتے ہیں کہ ڈھائی فیصد دینے کے بعد ایسی وہائٹ منی بناؤں گا کہ سب سے میری حفاظت میں آجائے گا،چور سے بھی،ڈاکو سے بھی،سیلاب سے بھی،آندھی سے بھی،طوفان سے بھی،زلزلہ سے بھی،سب سے میری حفاظت میں آجائے گا۔اللہ اکبر! اور اگر کہیں میری مصلحت سے اسکے خلاف ہو گیا تو اس کے بدلہ میں سات سو گنا زیادہ عطا کردوں گا۔کوئی حد ہے اور کوئی انتہا ہے ان کی فضل وکرم کی۔

زکوۃ وقت سے اور حساب سے ادا کرو

لیکن آپ غور فرمالیجئے کہ ہم میں سے کتنے حضرات ہیں جو زکوۃ نکالتے ہیں۔ارے وہ تو کہئے کہ کچھ مدرسے والے جھولا وغیرہ لے کر پہنچ جاتے ہیں،کچھ عورتیں اپنا نقاب وغیرہ الٹا سیدھا اوڑھ کر پہنچ جاتی ہیں تو کچھ یہ سمجھ کر کے یہ آئیں ہیں بھائی ان کو ٹالو،جیسے فنکشن والے پہنچ جاتے ہیں رسید وغیرہ لے کر،ٹرک روکا گاڑی روکی یہ روک وہ روک،تو اس نے ان کو دیا کہ بھائی لو جان چھوڑو۔تو کتنے لوگ تو ایسے ہیں جو دے

دلا کر جان چھڑا لیتے ہیں۔اس کو زکوۃ دینا نہیں کہتے یہ تو پھنس پھنسا کر نماز پڑھ لیا آپ نے۔نماز پڑھنا تو یہ ہے کہ وقت پر پڑھو، حساب سے پڑھو، ابھی مغرب کی نماز پڑھیں گے، وقت سے پڑھیں گے، حساب سے پڑھیں گے، تین رکعت پڑھیں گے، تو زکوۃ دینا ہے تو وقت سے دو، حساب سے دو، حساب کر کے دو، جہاں دینا ہے وہاں دو، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ’’واَقیموا الصَّلوۃَ وَ آتوا الزَّکوٰۃ ‘‘ نماز قائم کرو اور زکوۃ دو جیسے یہ نہیں فرمایا کہ نماز پڑھو، بلکہ یہ فرمایا کہ نماز قائم کرو، اسی طرح یہ نہیں فرمایا کہ زکوۃ نکالو بلکہ یہ فرمایا کہ زکوۃ ادا کرو، جیسے نماز قائم کرنی پڑے گی، ویسے ہی زکوۃ ادا کرنی پڑے گی۔

صاحبِ نصاب کب ہوتا ہے؟

تو پہلی بات یہ سمجھنی چاہئے کہ زکوۃ کو اللہ تعالیٰ نے سب پر فرض نہیں کیا ہے، بلکہ اس کے اوپر فرض ہے جس کے پاس ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی یا دونوں کی قیمت ملا کر اتنا روپیہ ہو یا اتنا سامان تجارت ہو کہ سب ملا کر ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کو ہو جائے　　تفصیل میں جانے کا وقت نہیں، مسائل علماء سے پوچھیں　　وہ صاحب نصاب۔ ہے اور یہ بھی نہیں کہ ابھی ہو گیا ہے تو ابھی نکال دو بلکہ اس پر یہ ہے کہ سال بھر گذر جائے، سال پورا ہو جائے۔اور یہ بھی نہیں ہے کہ انکم پر ہے، دیکھئے مسائل لوگ پوچھتے ہیں اس لئے اس کا مجھ کو تجربہ ہے کہ بہت سے لوگ سمجھتے ہیں کہ زکوۃ انکم پر ہے۔آمدنی پر زکوۃ نہیں ہے، اللہ تعالیٰ ایسے رحیم اور ایسے کریم ہیں کہ ہمیں واقعی اللہ کے فضل و کرم پر اگر نظر ہو تو اللہ سے جیسے محبت مومن کو ہو جانی چاہئے کسی سے ویسی محبت ہونی نہیں چاہئے۔آپ جو ٹیکس ادا کرتے ہیں وہ انکم پر ادا کرتے ہیں اس لئے لوگوں کو دھوکہ ہوتا ہے کہ زکوۃ انکم پر ہے۔ جی نہیں، زکوۃ بچت پر ہے آپ نے بہت کچھ کمایا کھایا سال بھر میں، اس کا کوئی حساب نہیں ہے، ہاں اگر آپ نے اس کمانے کھانے میں شریعت کی حدود سے تجاوز کیا ہے، ناجائز کمایا اور ناجائز کھایا، غلط طریقہ سے خرچ کیا تو اس کا حساب الگ ہوگا، لیکن زکوۃ کا معاملہ یہ ہے کہ سب کچھ خرچ کرنے بعد، شادی بیاہ کرنے بعد جو کچھ آپ نے بچایا اور اس کے اوپر ایک سال گذر گیا تو اس کے اوپر زکوۃ ڈھائی فیصد ہے۔

اور وہ ڈھائی فیصد بھی حساب کر کے نکالنے میں ہمارے لئے آفت ہے، لوگ نکال بھی رہے ہیں اب، اللہ کا شکر ہے پہلے کی بہ نسبت اب لوگ زیادہ نکالنے لگے ہیں، لیکن اب بھی بہت کم لوگ ایسے ہیں جو

حساب کر کے نکالتے ہوں۔ مثلاً لوگ جی پی ایف کٹواتے ہیں، اس کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ جو لازماً کٹ جاتی ہے اس کا حکم دوسرا ہے، ایک وہ ہے جس کو لوگ رضا کارانہ کٹواتے ہیں، اس کا حکم الگ ہے، جو لازماً کٹ جاتی ہے اس پر زکوۃ نہیں ہے، جب تک کہ ہاتھ میں نہ آئے، لیکن جو رضا کارانہ کٹوار ہے ہیں اس پر زکوۃ ہے، لوگ مسائل پوچھتے ہیں ان کو بتایا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ معاملہ بڑا گڑبڑ ہے، اب کیسے حساب کریں؟ لیکن ابھی لینا ہو تو حساب کر لیں گے۔ ڈھائی فیصد نکالنے کے لئے بڑی آفت ہے کہ کیسے حساب کریں؟ جب آدمی کوئی کام کرنا چاہے تو سب کچھ آسان ہو جاتا ہے، شریعت میں کوئی حکم ایسا دیا ہی نہیں گیا ہے جو آدمی کے بس سے باہر ہو اور اس کی قوت میں نہ ہو، تو پہلی بات یہ ہے کہ زکوۃ حساب کر کے نکالنا چاہئے، تب ''آتوا الزکوۃ'' کے حکم پر عمل ہوگا۔ ورنہ ٹھیک ہے جتنا نکل گیا اخلاص کے ساتھ اور قاعدے کے مطابق نکالا ہے تو انشاء اللہ تعالیٰ اللہ کی کریم ذات سے یہی امید رکھنی چاہئے کہ وہ قبول ہوگا اور اتنے حصہ کی سزا معاف ہو جائے گی۔ اللہ کی ذات سے ہم جیسے کمزور بندوں کو یہی امید رکھنی چاہئے، لیکن یہ ادائے زکوۃ تو نہیں ہے۔

مصارف زکوۃ

اب میں بات کو آگے بڑھاتا ہوں اس لئے کہ اب صرف دس منٹ رہ گئے ہیں۔ وہ بات یہ ہے کہ ہم اسے کہاں دیں؟ یہ بھی دیکھنا ہے، زکوۃ ایسی چیز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس کے مصارف بیان کئے ہیں جیسے نماز کے اوقات کے بیان کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے، جبرئیل امین کو بھیجا اللہ تعالیٰ نے پانچوں نماز کے اوقات بتانے کے لئے اور انھوں نے دو دن آکر بتلایا، اور قرآن مجید میں اس کی طرف اشارہ موجود ہے۔ اسی طرح اہتمام کے ساتھ قرآن مجید میں زکوۃ کے مصارف بیان کئے گئے ہیں۔ آٹھ مصارف ہیں زکوۃ کے، ان آٹھوں میں جو بنیادی بات ہے جس پر سب کا دارومدار ہے وہ یہ ہے کہ غربت اور محتاجی ہونی چاہئے، جس کو دے وہ غریب اور مسکین ہو، اور دوسری بات یہ ہے کہ جس کو دیا جائے اس کو اس کا مالک بنا دیا جائے۔ یہ دو بنیادی باتیں یاد رکھنے کی ہیں۔

یتیمی اور بیوگی زکوۃ کا مصرف نہیں ہے

اس تھوڑی سی مدت میں زیادہ تفصیل میں جانے کا موقع تو ہے نہیں، ایک بنیادی بات یہ ہے کہ جس کو دیا جائے وہ غریب ہو فقیر ہو، دوسری بات یہ کہ اس کا اس کو مالک بنا دیا جائے۔ اس واسطے زکوۃ دینے کے

سلسلہ میں اس کا بہت ہی اہتمام کرنا چاہئے۔ایک چیز عام طور سے یہ چل گئی ہے کہ بیواؤں اور یتیموں کی مدد کرنی چاہئے بہت بہتر، لیکن ان آٹھ مصارف میں کہیں بیواؤں کا تذکرہ نہیں ہے اور نہ کہیں یتیموں کا ذکر ہے۔اس لئے کہ کتنی بیوائیں ایسی ہیں جو کروڑ پتی ہیں اور کتنے یتیم بھی ایسے ہیں جو کروڑ پتی اور ارب پتی ہیں۔تو یتیمی اور بیوگی زکوۃ کے مصرف میں نہیں آتی ہے، بلکہ غربت اور افلاس دیکھا جائے گا۔ہاں بیواؤں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم ہے، یتیموں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم ہے، اس کے ساتھ ہمدردی کا حکم ہے، وہ الگ بات ہے۔اس کے ساتھ ہی اگر وہ غریب ہوں تو ظاہر بات ہے کہ ان کے ساتھ ہمدردی اور زیادہ ہونی چاہئے، یہ ایک الگ بات ہوجائے گی۔اس غلط فہمی میں بہت سے پڑھے لکھے لوگ بھی مبتلا ہیں اور اس باریکی کو کوئی نہیں سمجھتا اور چونکہ میرا مدرسہ سے بھی تعلق ہے اور مدرسہ کے انتظام سے بھی تعلق ہے، اس وجہ سے بعض حضرات جو مجھ سے محبت رکھتے ہیں تشریف لاتے ہیں تو جس طرح روپیہ چندے میں دیتے ہیں اسی طرح کپڑے وغیرہ بھی چندے میں دے جاتے ہیں تو لوگ ایسے کپڑے تقسیم کرتے ہیں جو کوئی پہن ہی نہ سکے اپنے خیال میں تو یہ ہے کہ ہم نے مثلاً دو درجن لنگی تقسیم کی، اچھا لیکن اس میں ایک لنگی بھی لنگی کیا رومال بنانے کے لائق بھی نہیں ہے، اتنا جوڑا کپڑا تقسیم کیا اور وہ کرتا بنانے کے لائق بھی نہیں ہے تو پاجامہ کیا بنائے گا، یہ طریقہ صحیح نہیں ہے۔آپ دو ہی تقسیم کیجئے لیکن ایسا ہو جس کو وہ پہن سکے، اب آپ ہم کو لا کر دیں تو ایک ذمہ داری ہم آپ کی یہ اپنے اوپر لا دلیں کہ اسکو دیں، اور کس کو دیں کہ اس کو خود ہی دینے میں شرم آئے گی۔یہ لیجئے آپ ہی دے دیجئے گا۔

فل سائز یتیم ہوتا ہی نہیں

کل میرے ایک دوست آئے اور وہ بہت اچھا کپڑا لائے اور انھوں نے کہا کہ یہ کسی یتیم وغیرہ کو دے دیجئے گا۔میں نے کہا کہ یتیم کی شرط نہ لگایئے، اگر میں یہ نہ کہتا تو ان کو واپس کر دیتا، پھر ان کو نا گوار ہوتا کیونکہ وہ میرے دوست تھے، اور پھر میں کہاں یتیم ڈھونڈوں؟ اور سنئے فل سائز کپڑا، یتیم فل سائز ہوتا ہی نہیں، فل سائز آدمی یتیم ہوتا ہی نہیں۔یتیم جب فل سائز کا ہوجائے گا تو یتیم ہی نہ رہ جائے گا، ورنہ جتنے حضرات یہاں تشریف رکھتے ہیں سب یتیم ہی ہوجائیں گے۔تو زکوۃ کون دے گا؟ سب مستحق زکوۃ ہوجائیں گے۔میں نے کہا یہ کہئے کہ جو ضرورت مند، حاجت مند ہو اسکو میں دے دوں، آپ کو ثواب ملنا چاہئے۔یتیم، بیوہ کی

شرط نہ لگایئے ۔ یہ اس پر عرض کر رہا ہوں کہ اچھے خاصے پڑھے لوگ جن کو دین کا خیال بھی ہے چونکہ بعض چیزیں اتنا رواج پا جاتی ہیں، عرف میں ان کا اتنا چلن ہو جاتا ہے اس کی وجہ سے آدمی کا ذہن اس کی طرف جاتا ہی نہیں ہے ۔اسی واسطے زکوۃ کی رقم خود پہنچانا چاہئے، تحقیق کر کے دینا چاہئے اگر کسی مدرسہ میں دے رہے ہیں تو وہاں پر اس کا اطمینان کرنا چاہئے کہ یہاں پر اس رقم کا استعمال شرعی قوانین اور ضوابط کے مطابق ہوتا ہے یا نہیں ہوتا، اس آدمی اور مدرسہ پر بھروسہ اور اطمینان ہونا چاہئے ۔زکوۃ کی رقم رفاہی کاموں میں استعمال ہونے کے لئے نہیں ہے، پل بنانے کے لئے ،مسجد بنانے کے لئے ، مدرسہ کی تعمیر کرانے کے لئے، جنازہ میں کفن دینے کے لئے نہیں ہے ۔کیوں؟

جس کو زکوۃ دے رہے ہیں اس کیلئے دو چیزیں ضروری ہیں

میں نے دو باتیں عرض کی تھیں کہ ان کو یاد رکھئے گا، ایک یہ کہ جس کو دیا جائے وہ فقیر ہو، دوسرے یہ کہ اس کو مالک بنا دیا جائے ، تو میت کو آپ نے کفن میں دیا وہ اس کا مالک کہاں ہوسکتا ہے؟ جو کچھ اس کی ملکیت میں پہلے سے تھی اب تو وہ بھی اس کی ملکیت سے نکل گئی ، ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ اس کا لڑکا یا اس کا کوئی وارث جو غریب ہو اس کو آپ دے دیجئے کہ یہ تمہاری رقم ہے تم کو اس وقت جنازہ وغیرہ کے لئے ضرورت ہے اگر تم چاہو تو اسکو اس میں خرچ کر دو ۔لیکن اگر وہ نہ خرچ کرے تو آپ اس کے اوپر دباؤ نہیں ڈال سکتے ۔ بہت جگہ یہ ہو گیا ہے کہ میں نے اتنی سلائی مشین تقسیم کی ، اتنی بیواؤں کو سلائی مشین ہم نے بانٹی ، زکوۃ وصول کر کے اتنی دوا بانٹی ۔تحقیق کیجئے کہ اس میں کوئی ایسا ذمہ دار قسم کا عالم ہے کہ نہیں ، میں ہر عالم کو عالم نہیں مانتا کہ دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہو کر چلا آیا قاسمی لکھنے لگا، مظاہر علوم سے فارغ ہو کر چلا آیا مظاہری لکھنے لگا، ندوی لکھنے لگا، تو ہو گیا محقق اور متقی عالم ۔تحقیقی علم اور خدا کا خوف رکھتا ہے کہ نہیں ، یہ بھی دیکھنا پڑے گا۔

زکوۃ ادا کرتے وقت تحقیق کرنا ضروری ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ ایسے لوگوں سے مسائل پوچھو جو عالم ہونے کے ساتھ ساتھ متقی بھی ہوں، عبادت گذار بھی ہوں ورنہ ہر چہ آید در گھسیٹ ۔تو صرف کسی صورت سے زکوۃ نکال دینا اتنی ہی ہماری ذمہ داری نہیں ہے، ہماری ذمہ داری یہ بھی ہے کہ ہم زکوۃ جہاں پہنچا رہے ہیں وہاں زکوۃ پہنچانے میں ہماری زکوۃ ادا ہو جائے گی یا ہماری زکوۃ ادا نہیں ہوگی ، یہ تحقیق کرنا بھی ہماری ذمہ

داری ہے۔ جیسے یہ ذمہ داری ہماری ہے کہ یہ جانماز اور یہ فرش جس پر ہم نماز پڑھ رہے ہیں یہ پاک بھی ہے کہ نہیں پاک ہے، اگر شک وشبہ نہیں ہے تو بلاوجہ نہیں معلوم کرنا چاہئے، یا کسی سفر میں شک وشبہ کی بات ہے یہ جانتے ہیں کہ یہ شخص نہیں جانتا ہے تو ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم معلوم کریں کہ یہ جانماز پاک ہے یا ناپاک ہے۔ اسی طرح سے ہماری ذمہ داری ہے کہ جس کو زکوۃ دے رہے ہیں اس پر یہ اطمینان ہے کہ ہماری زکوۃ کو یہ صحیح طریقہ سے خرچ کرے گا یا نہیں؟

حساب کر کے زکوۃ ادا کرنا بہت آسان ہے۔ جی پی ایف کا مسئلہ

میں یہ عرض کرر ہا تھا کہ زکوۃ کا حساب کرنا چاہئے اور حساب کر کے زکوۃ نکالنا چاہئے اور حساب کرنا بہت آسان ہے۔ اگر ملازمت پیشہ آدمی ہے تو اس کے لئے تو بہت ہی آسان ہے جو کچھ اس کے بینک میں رکھا ہے اس کو جوڑ لے اور جو اس کے گھر میں رکھا ہے اسکو نوٹ کر لے، اور اگر اس نے کچھ جی پی ایف رضا کارانہ کٹوایا ہے تو اس کو بھی جوڑ لے، اب اس کے بعد دیکھے کہ کسی کا ہمارے ذمہ قرض تو نہیں ہے، مثلاً مکان بنوار ہے تھے سو بوری سیمنٹ لائے تھے اس کا پیسہ ادا نہیں کیا ہے تو وہ آپ کے ذمہ قرض ہے اس کو آپ اس میں سے وضع کر دیجئے، مثلاً ڈیڑھ لاکھ روپیہ ہوا تھا اور پندرہ ہزار سیمنٹ والے کا آپ کے ذمہ باقی تھا یا کپڑا خرید کر لائے تھے وہ باقی ہے آپ کے ذمہ، تو اس میں پندرہ ہزار وضع کر دیجئے، اب آپ کو ایک لاکھ پینتیس ہزار کی زکوۃ ادا کرنی ہے۔ اگر کوئی دوکاندار ہے تو اس کے لئے بھی کوئی دقت نہیں ہے، پوری دوکان میں جتنی مالیت ہے ایک ایک سامان نہیں گن سکتا تو اندازہ کر لے اندازہ میں کچھ بیس کا اندازہ کر لے اور اگر نہیں اندازہ ہے تو گن ڈالے کچھ حرج نہیں ہے، دوروز چار روز ایک ہفتہ لگے گا، اس کا حساب کر لے، اور جو ہول سیل ریٹ ہے ریٹ بھی دو قسم کا ہوتا ہے ایک ریٹیل پرائز، پھٹکر اور ایک ہول سیل لیکن یہ کہ اگر ہم سارا سامان دوکان کا بیچیں تو کتنے کا بک جائے گا تو یہ بھی جائز ہے کہ پوری دوکان کا سامان جتنے کا بک جائے اسی کو مان لیجئے، لیکن سب سے احتیاط کی بات یہ ہے کہ ہول سیل ریٹ لگا لیا آپ نے اور اسکے حساب سے اس کا روپیہ بنا دیا اور پھر آپ نے اس کی زکوۃ نکال دی۔ ایک بات اور آسانی کے لئے عرض کر دوں اور وہ یہ ہے کہ بعض اوقات زکوۃ کی اتنی رقم ہو جاتی ہے اور بعض دشواریاں ہوتی ہیں جن کی وجہ سے وہ یک لخت زکوۃ نہیں ادا کر پاتا ہے مثلاً یہ کہ کسی کو چالیس ہزار زکوۃ ادا کرنا ہے اور اس وقت حالات ایسے نہیں ہیں تو ٹھیک ہے

رفتہ رفتہ ادا کردیجئے، اس میں قضا نہ ہوگی۔ یہ نہیں کہ نماز کا وقت نکل گیا ہے تو نماز قضا ہو جاتی ہے تو اسی طرح زکوۃ بھی قضا ہو جائے گی نیت رکھئے اور جتنی جلدی ہو سکے ادا کردیجئے۔

جو شخص جب صاحبِ نصاب ہوا گلے سال اسی وقت زکوۃ ادا کرے

اور یہ کچھ ضروری نہیں ہے کہ ماہ رمضان شریف ہی میں زکوۃ ادا کرے، ہاں رمضان شریف میں ادا کرنے میں ثواب بہت بڑھ جاتا ہے، ستر گنا ثواب بڑھ جاتا ہے ایک بات اور سمجھنا چاہئے کہ جب آدمی صاحب نصاب ہو تو اگلے سال اسی تاریخ میں اس پر زکوۃ کی ادائیگی فرض ہوگی، اور اس کا سال پورا ہوگا، اور ایسا تو ہوتا نہیں ہے کہ ہر آدمی رمضان شریف ہی میں صاحب نصاب ہوتا ہو، کتنے لوگ ہیں جو رمضان میں صاحب نصاب نہیں ہوتے، مثال کے طور پر مان لیجئے کہ کسی کو نوکری محرم کے مہینہ میں ملی اور وہ ربیع الاول کے ماہ میں صاحب نصاب ہو گیا، یاد رکھئے کہ حساب انگریزی مہینہ سے نہیں ہوگا قمری مہینہ سے ہوگا، اسلامی مہینہ سے ہوگا، شریعت کے تمام احکام قمری مہینے سے ہوتے ہیں انگریزی مہینے سے نہیں مانا جاتا۔ اب ربیع الاول میں صاحب نصاب ہوا تو اگلے سال ربیع الاول میں دیکھے گا کہ ہمارے پاس کتنا ہے، رمضان میں نہیں دیکھے گا، اب یہ کہ لوگ اس طرح نہیں یاد رکھے ہوئے ہیں تو اب وہ کیا کریں؟ تو ٹھیک ہے رمضان ہی میں نکالے لیکن ایک حساب سے اور اب آئندہ رمضان سے رمضان تک کا حساب کر لیا کریں، اس میں کمی واقع نہ ہو اس لئے کہ اس میں کمی واقع ہو جانے کی صورت میں ابھی میں نے دو آیتیں آپ کو سنائیں۔

اللہ تعالیٰ نے کیسی سخت وعید فرمائی ہے اور پوری ایک سورت اس کے اوپر نازل ہوئی ہے ''وَیْـــــل لِكُلِّ هُمَزَةٍ لُمَزَةِ الَّذِي جَمَعَ مَالاً وَ عَدَّدَه'' لیکن اب اس کے سنانے کا وقت نہیں ہے اس لئے میں نے یہ دو آیتیں سنادیں کہ عام طور سے نمازیوں کو یہ یاد رہتی ہیں جس کا جی چاہے وہ تفسیر کی کتابوں میں دیکھ لے، اس کو پتہ چل جائے گا کہ اللہ تعالی نے سینت سینت کر رکھنے اور راہ خدا میں مال فرض کو نہ ادا کرنے پر کیا کیا وعیدیں سنائی ہیں تو اس سے بچنے کا فکر کرے گا، وہ تو بہت ضروری ہے۔

یہ تو صرف اللہ کے مومن بندوں کے لئے ہے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ اللہ تعالی نے زکوۃ اتنا فرض فرمایا ہے کہ اگر یہ لوگ دیتے رہیں گے، ادا کرتے رہیں گے تو غریب بھوکے پیاسے نہیں مریں گے　　　یہ مضمونِ حدیث سنا رہا ہوں

حدیث کے الفاظ یہی نہیں ہیں بلکہ سب کی ضرورتیں پوری ہوتی رہیں گی۔ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کون جاننے والا ہے، اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کتنی ضرورت پڑے گی اس امت کو۔ زکوۃ کی رقم ایسی ہے جو صرف مسلمانوں کو دی جائے گی غیر مسلموں کو نہیں دی جائے گی، غیر مسلموں کی مدد کی ضرورت اگر پیش آئے تو اسلام رواداری سکھلاتا ہے، اسلام میں ہمدردی کا حکم ہے، جانوروں کے ساتھ ہمدردی کرنے کا حکم آیا ہے، وہ تو انسان ہیں ان کے ساتھ بھی ہمدردی کرنے کا حکم ہے، اس کے دوسرے ذرائع ہیں وہاں سے دیجئے، زکوۃ سے نہیں، یہ تو فرض ہے، یہ تو اللہ تعالیٰ کے مومن بندوں کے لئے ہے۔

فرماتے ہیں کہ اگر ڈھائی فیصد یہ ادا کرتے رہے تو کوئی بھی اللہ کا مومن بندہ فقر و فاقہ کی وجہ سے نہیں مر سکتا، اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کا نظام ہی ایسا بنایا ہے۔

ہر ایک دوسرے کا محتاج ہے، یہ نظام کائنات ہے

دیکھئے سوویت یونین والوں نے بہت چاہا کہ سب کو برابر کر دیں، امیر و غریب سب برابر ہو جائیں حتی کہ مرد و عورت سب برابر ہو جائیں اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہی برابر ہو گئے ستر سال میں۔ اللہ کے نظام سے کوئی لڑ سکتا ہے، یہ نظام اللہ تعالیٰ نے ایسا بنایا ہے کہ ہر ایک دوسرے کا محتاج ہے، شوہر اگر بیوی کا محتاج ہے تو بیوی بھی شوہر کی محتاج ہے، اور باپ اگر بیٹے کا محتاج ہے تو بیٹا بھی باپ کا محتاج ہے اور اگر ملازم آقا کا محتاج ہے تو آقا بھی ملازم کا محتاج ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو ایسا بنایا ہی ہے۔ زکوۃ دینے والا یہ نہ سمجھے کہ زکوۃ جس کو ہم دے رہے ہیں وہ ہمارا محتاج ہے، تم بھی اس کے محتاج ہو اور اس سے زیادہ تم اس کے محتاج ہو اگر یہ زکوۃ لینے والے نہ ہوں تو ہماری زکوۃ کیسے ادا ہو گی؟ ڈھونڈتے پھریں گے، تلملاتے پھریں گے کہ کیسے ادا کریں؟

آپ جانتے ہیں کہ نماز کا پابند نمازی جب وضو کے لئے پانی نہیں پاتا اور نماز پڑھنے کے لئے اس کو جائے نماز نہیں ملتی تو اس کے دل میں کیسا اضطراب اور کیسی بے چینی ہوتی ہے کہ کیسے نماز ادا کریں؟ اسی طرح جب کوئی پابند زکوۃ زکوتی کوئی ایسی جگہ نہیں پاتا، کوئی ایسا مصرف نہیں پاتا کہ زکوۃ کو صحیح جگہ پہنچا سکے تو وہ بھی مضطرب اور بے چین ہو جاتا ہے۔ اگر ایسے موقع پر کوئی نماز پڑھنے کی جگہ دیدیتا ہے تو آپ اس کے کتنے شکر گذار ہوتے ہیں، ایسے ہی اگر کوئی مستحق ہماری زکوۃ لے لے تو ہمارے لئے موقع ہے کہ ہم اس کے شکر گذار ہوں یہ نہیں ہے کہ اس کے بعد ہم اپنا احسان جتائیں بلکہ اس کا شکر گذار ہونا چاہئے اور اللہ تعالیٰ کا بھی شکر گذار

ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں وہ بنایا کہ جس کے بارے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:۔

"الید العلیا خیر من الید السفلیٰ"

اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے اور اللہ نے یہ توفیق ارزانی بھی فرمائی کہ ہمیں اس کا موقع دیا کہ ہم اس فریضہ کو ادا کریں۔

آیئے دعا کرلیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل نیک کی توفیق عطا فرمائیں اے اللہ دو عشرے گذر چکے ہیں ماہ رمضان المبارک کے اے اللہ جس طرح تو نے اس میں روزہ رکھنے کی اور تراویح پڑھنے کی توفیق عطا فرمائی ہے باوجود ہمارے مستحق نہ ہونے کے پروردگار آپ کی ذات سے ہم یہی امید رکھتے ہیں یقین کے ساتھ کہ اے اللہ، بلا استحقاق ہمارے ان روزوں اور تراویح کا قبول فرمالیں گے اور اپنی رحمتوں اور لغزشوں سے ہمیں مالا مال فرمادیں گے۔ الٰہا، اس آخری عشرہ میں جن لوگوں کو آپ نے آگ سے آزادی دینے کا فیصلہ فرمایا ہے اے اللہ، اس فہرست میں ہم نا ہنجاروں کا بھی نام ڈال دیجئے، اے اللہ محض اپنے فضل وکرم سے ہمارا نام ڈال دیجئے، اے اللہ، یہ جو آٹھ نو راتیں اور آٹھ نو دن بچ گئے ہیں اے اللہ ان کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمادیجئے، اے اللہ ہمارے گناہوں کو معاف فرمادیجئے اے اللہ ہماری لغزشوں سے چشم پوشی فرمایئے، اے اللہ یہ جو کچھ اور جیسے کچھ ہم سے بن رہا ہے اس کو قبول فرمالیجئے، اے اللہ ہم میں جو بیمار ہیں ان کو شفا عطا فرمایئے، اے اللہ جو قرض دار ہیں ان کو قرضوں سے سبکدوشی نصیب فرمایئے، اے اللہ جو پریشان حال ہیں ان کی پریشانیوں کو دور فرمادیجئے، اے اللہ ہمیں تمام واہیات اور خرافات کی باتوں سے محفوظ فرمایئے، اے اللہ اس جلسہ کے انتظام کرنے والوں، شرکت کرنے والوں کو اور سبھی کو اپنی رحمت کی چادر کے نیچے ڈھانک لیجئے، اور سب کو اپنے فضل وعنایت سے حصہ وافر عطا فرمادیجئے۔ **ربنا آتنا فی الدنیا حسنة وفی الأخرة حسنة و قنا عذاب النار ، ربنا اننا آمنا فاغفر لنا ذنوبنا و قنا عذاب النار ، اللھم انا نسئلک العفو والعافیة فی دیننا و دنیانا و اھلنا و مالنا اللھم اکفنا بحلالک عن حرامک واغننا بفضلک عمن سواک یا حی یا قیوم برحمتک نستغیث اصلح لنا شاننا کله ولا تکلنا الی انفسنا طرفة عین ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم . وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین**۔(آمین یارب العالمین) ۞

مطالعہ کی میز پر

زبان کی حفاظت کیجئے خود محفوظ رہئے گا

مولانا حافظ سید محمد اشرف۔الہ آباد

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ’’مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْهِ رَقِیْبٌ عَتِیْد ‘‘(سورۂ ق:۱۸) کوئی لفظ زبان سے نہیں نکال پاتا مگر اس کے پاس ایک نگراں تیار موجود ہوتا ہے۔

نیز ارشاد فرمایا: ’’اِنَّ رَبَّکَ لَبِالْمِرْصَاد ‘‘(سورۂ فجر:۱۴) بیشک آپ کا پروردگار گھات میں ہے۔

عقلمند آدمی کو چاہئے کہ ہر طرح کی گفتگو اور بات سے اپنی زبان کی حفاظت کرے سوائے ایسی گفتگو کے جس میں مصلحت اور فائدہ ہو۔اور اگر مصلحت اور فائدہ کے لحاظ سے بات کرنا اور خاموش رہنا دونوں برابر ہوں تو سنت یہی ہے کہ خاموش رہے۔اس لئے کہ اکثر جائز گفتگو بھی ہوتے ہوتے حرام یا مکروہ گفتگو تک پہنچ جاتی ہے بلکہ عادۃً ایسا اکثر ہوتا ہے۔اور ظاہر ہے کہ آدمی اس طرح کی باتوں سے محفوظ اور سلامت رہے اس سے بڑھ کر کچھ نہیں۔

بخاری اور مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جو شخص اللہ پر اور یوم آخرت ایمان رکھتا ہو وہ اچھی بات بولے یا خاموش رہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی بولنے کا ارادہ کرے تو س پر لازم ہے کہ پہلے اس کلام اور بات میں جو بولنا چاہتا ہے غور وفکر کرے، پھر اگر مصلحت معلوم ہو تو بولے اور اگر مصلحت اور فائدہ میں شک ہو تو جب تک مصلحت سمجھ میں نہ آئے نہ بولے۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کون سا مسلمان افضل ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: وہ شخص کہ جس کی زبان اور ہاتھ سے لوگ محفوظ رہیں۔

اور ترمذی میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ: میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نجات (کا راستہ) کیا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: اپنی زبان روک کر رکھو، اور تمہارا گھر تمہارے لئے کافی ہو (یعنی بلا ضرورت گھر سے نہ نکلو) اور اپنے گناہ پر رویا کرو۔

نیز ترمذی اور ابن ماجہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: آدمی کے اسلام کا حسن یہ ہے کہ وہ لایعنی اور فضول کو چھوڑ دے۔ اس مضمون کی احادیث صحیحہ کثرت سے آئی ہوئی ہیں تاہم جس کو اللہ تعالیٰ توفیق دے اس کے لئے مذکورہ احادیث بھی کافی ہیں۔

احادیث مبارکہ کے علاوہ سلفؒ کے اقوال بھی اس سلسلہ میں کثرت سے منقول ہیں۔ کچھ اقوال یہاں ذکر کئے جاتے ہیں:

کہتے ہیں کہ قُس بن ساعدہ اور اکثم بن صیفی کی ملاقات ہوئی تو ان میں سے ایک صاحب نے دوسرے سے پوچھا کہ آپ نے انسان میں کتنے عیب دیکھے ہیں؟ انھوں نے کہا: شمار سے باہر ہے، البتہ ایک خصلت ایسی ہے اگر انسان اس کو استعمال کرے تو وہ سارے عیوب کو چھپالے گی۔ انھوں نے کہا وہ کون سی خصلت ہے؟ جواب دیا: زبان کی حفاظت۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شاگرد ربیع سے فرمایا: اے ربیع، کوئی ایسی بات نہ بولو جس کا بولنا تمہارے لئے ضروری نہ ہو، اس لئے کہ جب تم کوئی بات کہدوگے تو وہ بات تمہارا مالک بن جائے گی (یعنی ہاتھ سے نکل جائے گی) اور تم اس کے مالک نہ رہوگے (کہ اب اس کو واپس لے سکو)

کسی کا قول ہے کہ کہ زبان کی مثال درندہ جانور کی طرح ہے، اگر تم اس کو باندھ کر نہ رکھوگے تو وہ تم پر حملہ کردے گا اور تم اس کے شر سے نہ بچ سکوگے۔ کسی شاعر نے کہا ہے ؎

احفظ لسانک ایها الانسان　　لا یلدغنّک انه ثعبان

اے انسان، اپنی زبان کی حفاظت کر، یہ تجھ کو ڈس نہ لے کہ یہ اژدہا ہے۔

کم فی المقابر من قتیل لسانه　　کانت تهاب لقاءه الشجعان

اپنی زبان کی (کی وجہ سے) کتنے ہی ایسے لوگ قتل ہو کر قبروں میں پہنچ گئے کہ جن کے مقابلہ میں آنے سے بڑے بڑے بہادر ڈرا کرتے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ: جب عقل کامل ہوجاتی ہے تو کلام کم ہوجاتا ہے۔

ایک اعرابی کا قول ہے کہ: کتنی باتیں ایسی ہوتی ہیں جو جماعت کو منتشر اور تتر بتر کر دیتی ہیں اور کتنی خاموشی منتشر لوگوں میں اتحاد و اتفاق پیدا کر دیتی ہے۔

وہب بن ورد کا قول ہے کہ: حکمت اور دانائی کے دس حصے ہیں، ان میں سے نو حصے خاموشی میں ہیں اور دسواں حصہ عزلت اور گوشہ نشینی میں ہے۔

حضرت ابن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: جو شخص خیر اور بھلائی سے محروم ہو اس کو خاموشی اختیار کرنی چاہئے اور جوان دونوں (یعنی خیر اور خاموش رہنے سے) محروم ہو تو اس کے لئے موت ہی بہتر ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: تم کو لازم ہے کہ خاموشی اختیار کرو مگر خیر اور اچھی بات، اس لئے کہ اس سے شیطان بھاگتا ہے اور یہ تمہارے دین کے لئے معاون ہے۔

اور حکماء کے کلام میں سے یہ ہے کہ جو خیر کے علاوہ کچھ بولا اس نے لغو کلام کیا، اور جس نے بلا عبرت پکڑے کسی چیز میں نظر کی اس نے غفلت کی اور جس نے بغیر فکر کے سکوت اختیار کیا اس نے لہو کیا۔ اور کہا گیا ہے کہ اگر تم اپنا نامہ اعمال پڑھتے تو اپنی تلوار نیام میں رکھ لیتے، اور اگر تم وہ دیکھتے جو تمہارے میزان عمل میں ہے تو اپنی زبان پر مہر لگا لیتے۔

جب حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ سے باہر آئے تو طویل خاموشی اختیار فرمالی۔ لوگوں نے عرض کیا کہ کیا آپ کچھ کلام نہ فرمائیں گے؟ تو آپ نے جواب دیا کہ کلام ہی نے تو مجھ کو مچھلی کے پیٹ میں پہنچایا۔

کسی حکیم کا قول ہے کہ جب تم کو بات کرنا اچھا معلوم ہو تو خاموش ہو جاؤ اور جب خاموشی اچھی معلوم ہو تو بات کرو۔ کہتے ہیں بعض دفعہ خاموشی کلام سے زیادہ بلیغ ہوتی ہے اس لئے کہ بیوقوف اور کم عقل شخص جب خاموش رہتا ہے تو فائدہ میں رہتا ہے۔

ایک شخص سے پوچھا گیا کہ احنف (جو بہت دانشمند اور صائب الرائے تھے) تمہارے سردار کیسے بن گئے؟ بخدا وہ تم سے نہ عمر میں بڑے ہیں اور نہ مال میں زیادہ ہیں؟ اس شخص نے جواب دیا کہ اپنی زبان پر قابو رکھنے کی وجہ سے۔

کسی کا قول ہے کہ جب تک آدمی نے بات کہی نہیں ہوتی وہ اس کے قبضہ اور قید میں ہوتی ہے اور جب وہ بات کہہ دیتا ہے تو اب وہ شخص خود اس بات کے قبضہ اور قید میں ہو جاتا ہے۔

کہتے ہیں کہ چار بادشاہ ایک موقع پر جمع ہوئے اور آپس میں گفتگو کرنے لگے: شاہ ایران نے کہا: میں

نے جو بات نہیں کہی اس پر کبھی شرمندہ نہیں ہوا اور جو بات کہی اس پر بارہا شرمندہ ہوا ہوں۔

اور قیصر شاہ روم نے کہا: کہ جو بات میں نے نہیں کہی اس کے واپس لینے پر میں اس سے کہیں زیادہ قدرت رکھتا ہوں جو میں کہہ چکا ہوں۔

اور چین کے بادشاد نے کہا کہ: جب تک میں کوئی بات نہیں بولا ہوں میں اس کا مالک ہوں اور جب میں نے اس کو کہد یا تو اب وہ بات میری مالک ہوگئی (یعنی میرے قابو سے نکل گئی اور میں اس کا ذمہ دار ہو گیا)

اور شاہ ہند نے کہا کہ: اس شخص پر تعجب ہے جو کوئی ایسی بات بولتا ہے کہ اگر وہ بات مشہور ہو جائے تو نقصان پہنچائے اور اگر مشہور نہ ہو تو نفع نہ پہنچائے۔

بہرام بادشاہ ایک رات ایک درخت کے نیچے بیٹھا ہوا تھا، ایک چڑیا کی آواز سنی اور اس کو تیر سے مار دیا۔ پھر کہنے لگا کہ چڑیا ہو یا انسان زبان کی حفاظت کیسی عمدہ خصلت ہے!! اگر اس چڑیا نے اپنی زبان کی حفاظت کی ہوتی یعنی بولی نہ ہوتی تو نہ ماری جاتی۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ: خاموشی کی کثرت سے ہیبت ہوتی ہے (جو انسان خاموش رہتا ہے اس کے اندر وقار اور ہیبت کی شان ہوتی ہے)۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ: کلام دوا کی طرح ہے کہ اگر اس کو کم استعمال کروگے یعنی مناسب مقدار میں استعمال کروگے تو نفع دے گی اور اگر زیادہ استعمال کروگے تو مار ڈالے گی۔

حضرت لقمان نے اپنے صاحبزادہ سے کہا: بیٹے، جب لوگ اپنی خوش گفتاری پر فخر کریں تو تم اپنی خاموشی کی عمدگی پر فخر کرو۔ زبان روزانہ صبح و شام اعضائے بدن سے کہتی ہے کہ آپ لوگ کیسے ہیں؟ اعضاء جواب دیتے ہیں کہ خیریت ہی سے ہوں بشرطیکہ تم خیریت سے رہنے دو۔ شاعر کہتا ہے ؎

احفظ لسانک لا تقول فتبتلی ان البلاء موکل بالمنطق

اپنی زبان کی حفاظت کرو کہ وہ کوئی ایسی بات نہ بول دے جس کی وجہ سے تم آزمائش میں مبتلا ہو جاؤ کیونکہ بلاء اور پریشانی بولنے ہی سے آتی ہے۔ (ماخوذ از المستطرف)

(۴) آخری قسط

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

گلدستۂ معرفت

یعنی

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب نور اللہ مرقدہ کے ارشاد فرمودہ ان اشعار کا مجموعہ جو آپ کے مواعظ 'تحفت اختر'' میں جا بجا نادر گلکاری کا نمونہ ہیں اور تصوف کی رنگا رنگ بوقلمونی اور ادب کی چاشنی سے بھی لبریز ہے۔

جامع

(مفسر قرآن حضرت مولانا) سید محمد غیاث الدین غفرلہ (صاحب دامت برکاتہم)

دوسوتی، سیدآباد، الہ آباد

پیش نظر تحریر کوئی مستقل مضمون نہیں ہے بلکہ یہ وہ نادر موتیاں ہیں جو مفسر قرآن حضرت مولانا سید محمد غیاث الدین صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے اپنے زمانہ طالب علمی یا اس کے بعد حضرت حکیم الامتؒ کے مواعظ کے مطالعہ کے درمیان اپنی بیاض میں جمع فرمایا۔ مجھے یہ تحریر مخطوطہ کی شکل میں حاصل ہوئی، باوجودیکہ مخطوطہ کافی بوسیدہ ہے لیکن تحریر بالکل شستہ اور صاف ہے، مخطوطہ میں واضح طور پر تاریخ اور سن کا اندراج نہیں ہے البتہ مخطوطہ کے آخر میں کچھ صفحات ایسے ہیں جن کا تعلق اس تحریر سے نہیں ہے اس میں انیس سو بہتر کا سن لکھا ہوا ہے۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ تحریر انیس سو بہتر کی ہے۔

اس نادر مخطوطہ میں جو تحریر ہے وہ حضرت حکیم الامتؒ کے وعظ 'تحفت اختر'' میں آئے ہوئے اشعار کا مجموعہ ہے جو تصوف کے موضوع پر ادب کا شاہکار ہے۔ ادارہ اپنے قارئین کیلئے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ (ادارہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

روزہ یکسو شد و عید آمد و دلہا برخاست

مے بہ خانہ بجوش آمد و مے باید خواست

روزہ ختم ہوا عید آئی، دلوں میں امنگیں، اٹھیں میخانہ میں شراب اچھلنے لگی، اب تو بس شراب ہی پینا چاہئے۔

شکر للہ کہ نمردیم و رسیدیم بدوست　　　آفریں باد بریں ہمت مردانۂ ما

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہم مردہ نہیں ہوئے اور دوست تک پہنچ گئے، ہماری اس ہمت مردانہ پر شاباش ہے۔

شربت الخمر کأساً بعدَ کأس

فـلا نفد الشرابُ و لا زَویت

میں نے شراب کے جام پر جام پیے لیکن نہ شراب ہی ختم ہوئی نہ جی ہی بھرا۔

اے برادر بے نہایت درگہیست　　　ہرچہ بروے می رسی بروے مایست

اے بھائی یہ ایسی درگاہ ہے جس کی کوئی انتہا نہیں اس لئے جس درجہ پر پہنچو اس پر ٹھہرے مت رہو (بلکہ آگے کو ترقی کرو)۔

بر کفے جام شریعت بر کفے سندان عشق　　　ہر ہوسناکے نداند جام و سندان باختن

ایک ہاتھ میں شریعت کا جام ہو اور دوسرے ہاتھ میں عشق کا ہتھوڑا ہو (اور دونوں کی پوری پوری رعایت ہو یہ بہت مشکل کام ہے) ہر ہوسناک کے لئے ان دونوں کے ساتھ باہم کھیلنا آسان نہیں۔

عیدگاہ ما غریباں کوئے تو　　　انبساط عید دیدن روئے تو

صد ہلال عید قربانت کنم　　　اے ہلال عید ما ابروئے تو

ہم غریبوں کی عیدگاہ آپ ہی کی گلی ہے اور ہمارے لئے عید کی خوشی آپ کا مشاہدہ، ہے عید کے سو چاند آپ پر قربان کروں۔ اے میرے محبوب ہمارے لئے عید کا چاند تو آپ کا چہرۂ انور ہے۔

ع　　ہر روز عید نیست کہ حلوا خورد کسے

ہر روز عید نہیں ہوتی کہ کوئی شخص حلوا کھایا کرے۔

ع　　ہر شب، شب برات ہے ہر روز، روز عید

خرم آں روز کزیں منزل ویراں بروم　　راحت جاں طلبم وز پئے جاناں بروم
نذر کردم کہ گر ایں غم بسر آید روزے　　تا در میکدہ شاداں وغزلخواں بروم

میں اس دن خوش ہوں گا جب کہ اس ویرانہ سے کوچ کروں گا اور اپنے جان کی راحت طلب کروں گا اور محبوب حقیقی کی طرف سفر کروں گا۔ میں نے نذر کی ہے کہ اگر کسی دن یہ غم تمام ہو جائے یعنی موت کا وقت آ جائے تو محبوب کے دربار تک خوش وخرم غزلخوانی کرتا ہوا جاؤں گا۔

ع　الفضل ماشہدت بہ الاعداء　　اصل کمال تو وہی ہے جس کا اقرار دشمن بھی کرے۔

اے تراخارے بپانشکستہ کے دانی کہ چیست　　حال شیرانے کہ شمشیر بلا بر سر خورد

اے مخاطب، تیرے پاؤں میں تو کانٹا بھی نہیں لگا تجھے بھلا ان شیروں کی حالت کیا معلوم ہو سکتی جن کے سروں پر بلاؤں کی مصیبت کی تلوار چل رہی ہے۔

زیر بارند درختاں کہ ثمر ہا دارند　　اے خوشا سرو کہ از بند غم آزاد آمد

جو درخت پھلدار ہیں وہ زیر بار ہیں، ہاں سرو بہت ہی اچھا ہے کہ قید غم سے آزاد ہے۔

خاکسارانِ جہاں رابحقارت منگر　　توچہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

تواضع انکسار اختیار کرنے والوں کو بنظر حقارت مت دیکھو تم کو کیا معلوم ممکن ہے اس غبار آلود حال میں کوئی شہسوار (صاحب جمال) ہو۔

چو رسی بکوئے دلبر بسپار جان مضطر　　کہ مبادا بار دیگر نرسی بدیں تمنا

جب محبوب کی گلی میں پہنچ جاؤ تو جان فدا کر دو شاید پھر اس تمنا کو حصول کا موقع نہ ملے۔

ما اگر قلاش وگر دیوانہ ایم　　مست آں ساقی وآں پیمانہ ایم

ہم اگر قلاش ودیوانہ ہیں تو کیا ہوا جبکہ اس محبوب حقیقی اور اس کی محبت سے مست ہیں

اوست دیوانہ کہ دیوانہ نشد　　مرعسس رادید ودرخانہ نشد

جو شخص محبوب حقیقی کا دیوانہ نہ ہو در حقیقت وہی دیوانہ ہے جس طرح وہ شخص کہ جو کوتوال کو دیکھے اور گھر کے اندر نہ چلا جائے۔

آزمودم عقل دوراندیش را　　بعدازاں دیوانہ سازم خویش را

باز سودائی شدم من اے طبیب　　　باز دیوانہ شدم من اے حبیب

میں نے عقل دور اندیش کو خوب آزما لیا ہے اس کے بعد اپنے کو دیوانہ بنایا ہے۔اے طبیب، میں پھر سودائی ہو گیا اور اے حبیب، میں پھر محبوب حقیقی کی محبت میں دیوانہ پھرتا ہوں۔

رتبہ شہید عشق کا گر جان جایئے
قربان ہونے والے کے قربان جایئے

گدائے میکدہ ام لیک وقت مستی بیں　　　کہ ناز بر فلک و حکم بر ستارہ کنم

میں اگر چہ مے خانہ کا ایک فقیر ہوں لیکن مستی کے وقت میری حالت دیکھو کہ فلک پر ناز کرتا ہوں اور ستاروں پر میری حکومت ہوتی ہے۔

ہر گز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق　　　ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

جس کا دل عشق حقیقی سے زندہ ہو چکا ہو وہ کبھی نہیں مرتا (بلکہ بزبان حال وہ کہتا ہے) کہ صفحۂ ہستی پر ہمارا دوام لکھا ہوا ہے۔

آنکہ جاں بخشد اگر بکشد رواست　　　نائب است او دست او دست خداست

جو جان عطا فرمانے والا ہے اگر وہ مار ڈالے تو جائز ہے (انسان اسی) کا نائب ہے اس لئے اس کا ہاتھ خدا ہی کا ہاتھ ہے۔

دے کر قسم کہے کہ تو میرا لہو پئے
گر پی نہ جائے جلدی سے پیالہ شراب کا
اس وقت ہم سلام کریں قبلہ آپ کو
گر کچھ بھی خوف کیجئے روز حساب کا
اور امتحان بغیر تو یہ آپ کا غلام
قائل نہیں ہے قبلہ کسی شیخ و شاب کا

زعشق ناتمام ما جمال یار مستغنی است　　　بآب ورنگ وخال وخط چہ حاجت روئے زیبارا

ہماری ناقص محبت سے محبوب حقیقی کا جمال مستغنی ہے کیونکہ بناؤ سنگھار اور خط وخال کی حاجت خوبصورت

چہرے کو نہیں ہوتی۔

شاباش آں صدف کہ چناں پرور گہر　　　آ با ء ا ز و مکرم و ا بنا عز یز تر

اس صدف کے لئے آفریں ومبارکباد ہو جس نے ایسے موتی کی پرورش کی جس کی وجہ سے باپ دادا بھی مکرم ہیں اور اولاد بھی عزیز تر ہے۔

د یوا ر ا مت ر ا کہ د ا ر د چوں تو پشتیبا ں　　　چہ باک از موج بحر آنرا کہ باشد نوح کشتیاں

امت کی دیوار کے لئے اب کیا غم ہے جب کہ آپ جیسا سہارا دینے والا موجود ہے، سمندر کے طوفان سے اس شخص کو کیا خوف ہوسکتا ہے جس کے کشتی بان نوح علیہ السلام ہوں۔

عذل العواذل حول قلبی التائه　　　وھوی الاحبۃ منہ فی سودائه

ملامت گروں کی ملامت تو میرے عاشق دل کے باہر ہی رہتی ہے اور دوستوں کی محبت سودائے قلب میں ہے۔

نساز دعشق را کنج سلامت　　　خوشا رسوائی کوئے ملامت

عشق کو سلامتی کا گوشہ موافق نہیں آتا اس کو تو کوچہ ملامت کی رسوائی بہت اچھی معلوم ہوتی ہے۔

لنگکے زیر ولنگکے بالا　　　نے غم دزد وئے غم کالا

ایک لنگی نیچے ایک لنگی اوپر، اس حالت میں رہنے والے کو نہ چور کا اندیشہ ہوتا ہے اور نہ مال ومتاع کی فکر رہتی ہے۔

یارب چہ چشمہ ایست محبت کہ من ازاں　　　یک قطرہ آب خوردم و دریا گریستم

اے اللہ محبت کا چشمہ کیسا ہے کہ میں نے اس میں سے ایک قطرہ پیا اور آنسوؤں کا دریا آنکھوں سے جاری ہوگیا۔

ع　معشوق من است آنکہ بنزدیک تو زشت است

تمہارے نزدیک جو ناپسند ہے وہی مجھ کو محبوب ہے۔

عاشقی چیست بگو بندۂ جاناں بودن　　　دل بدست دگرے دادن وحیران بودن

اگر کوئی پوچھے کہ عاشقی کیا چیز ہے؟ تو کہدو کہ محبوب کا غلام ہو جانا اور اپنا دل دوسرے کے ہاتھ میں دے

دینااورخودحیران وسرگرداں رہنا۔

سوئے زلفش نظرے کردن ورویش دیدن　　گاہ کافر شدن وگاہ مسلمان بودن

پھرمحبوب کی زلف کی طرف نظرکرنااوراس کے چہرے کودیکھناکبھی فانی ہونااورکبھی باقی ہونا۔

خرعیسیٰ اگر بہ مکہ رود　　چوں بیاید ہنوزخر باشد

عیسیٰ کا گدھااگرمکہ بھی چلاجائے توبھی جب واپس آئے گا گدھاہی رہے گا۔

حج زیارت کردن خانہ بود　　حج رب بیت مردانہ بود

بیت اللہ شریف کی زیارت کا نام حج رکھاجاتاہےلیکن اس بیت اللہ کے رب کا حج کرناحج مردانہ ہوتاہے۔

فی حالۃ البعد روحی کنتُ اُرسلھا　　تــقبّل الارض عنّی وھی نائبتی

فـــھذہ دولۃ الاشباح قد حضَرتُ　　فامدد یمینک کی تحظی بھا شِفَتی

دوری کی حالت میں توروح کوقدمبوسی کے لئے اپنانائب بناکربھیجاکرتاتھااب جسم کی باری آئی ہےتواب ذرہ ہاتھ بڑھادیجئے تاکہ میں اس کوبوسہ دوں۔

احمدتوعاشقی بمشیخت تراچہ کار　　دیوانہ باش سلسلہ شدشدنشدنشد

اےاحمد،تم توعاشق ہوپیری مریدی سےتم کوکیاکام،تم محبوب حقیقی کےدیوانہ ہوکررہوسلسلہ رہےیانہ رہے۔

ع　　خاص کند بندۂ مصلحت عام را

یعنی خداتعالیٰ کی عادت یہ ہےکہ عام مصلحت کےلئےکسی شخص کوخاص کرلیتےہیں۔

ع　　کارخودکن کاربیگانہ مکن

یعنی اپناکام کرودوسروں کاکام چھوڑو۔

اہل دنیا کافران مطلق اند　　روزوشب درزق زق ودربق بق اند

اہل دنیاچہ کہین وچہ مہیں　　لعنت اللہ علیہم اجمعین

اہل دنیامطلق کافرہیں روزوشب زق زق وبق بق میں گرفتارہیں دنیادارخواہ چھوٹےہوں یابڑےسب پراللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔

زہےسعادت آں بندہ کہ کردنزول　　گہے بہ بیت خداوگہے بہ بیت رسول

وہ بندہ کیسا خوش نصیب ہے جو کبھی خدا کے گھر میں حاضر ہوتا ہے اور کبھی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے۔

مصلحت دید من آنست کہ یاراں ہمہ کار　　بگذارند وخم طرۂ یارے گیرند

ہماری مصلحت تو یہی ہے کہ عشاق سب کام چھوڑ کر محبوب کا دامن پکڑ لیں۔

زبان تازہ کردن باقرارتو　　نینگیختن علت از کارتو

ہمارا کام تو اے پروردگار صرف تیرے اقرار سے زبان کا تازہ کرنا ہے نہ کہ تیرے کاموں کی علت تلاش کرنا۔

چہ خوش گفت بہلولؒ فرخندہ خوی　　چوں بگذشت بر عارف جنگجو

گرایں مدعی دوست بشناختے　　بہ پیکار دشمن نہ پرداختے

بہلولؒ مبارک خصلت نے کیا اچھی بات کہی جبکہ وہ ایک لڑاکا عارف کے پاس سے گذرے کہ اگر اس مدعی کو اللہ تعالیٰ کی معرفت ہوتی تو دشمن کے ساتھ لڑائی میں مشغول نہ ہوتا۔

یک چشم زدن غافل ازاں شاہ نباشی　　شاید کہ نگاہے کند آگاہ نباشی

ایک پلک مارنے کی مقدار بھی محبوب حقیقی سے غافل مت ہو شاید کہ تم پر لطف کی نگاہ کریں اور تمہیں خبر نہ ہو۔

ع　　قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید

قلندر جو کچھ کہتا ہے تجربہ اور مشاہدہ کی بات کہتا ہے۔

بہ مے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید　　کہ سالک بے خبر نبود ز راہ ورسم منزلہا

اگر مرشد کامل حکم دے تو شراب سے اپنے سجادہ کو رنگین کرلو اس لئے کہ طریقت کی راہ کا علم شیخ طریقت کو بخوبی ہوتا ہے اور اس راہ کے نشیب وفراز کو وہ بخوبی جانتا ہے۔

ہر کرا جامہ زعشقش چاک شد　　او زحرص وعیب کلی پاک شد

شادباش اے عشق خوش سودائے ما　　اے طبیب جملہ علتہائے ما

جس کو محبوب حقیقی کا عشق ہوجائے وہ حرص اور تمام نقائص اور اخلاق ذمیمہ سے بالکل پاک ہوجاتا ہے۔ اے عشق تیرے لئے مبارکباد ہے اس لئے کہ تو میرے حق میں بہترین سودا ہے اور میری سب بیماریوں کا علاج بھی

ہے۔

عشق آں شعلہ است کو چوں برفروخت　　　ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

عشق وہ شعلہ ہے کہ جب روشن ہوتا ہے تو سوائے محبوب کے سب کو فنا کر دیتا ہے۔

تیغ لا ، در قتل غیر حق براند　　　درنگر آخر کہ بعد ''لا'' چہ ماند

ماند ''الا اللہ'' باقی جملہ رفت　　　مرحبا اے عشق شرکت سوز رفت

لا الہ کی تیغ غیر اللہ کے قتل کرنے کے لئے چلاؤ پھر دیکھو کہ لا الہ کے بعد کیا باقی رہ گیا، الا اللہ باقی رہ گیا، باقی تمام فنا ہو گئے، اے عشق تجھ کو مرحبا کہ تو نے عشق غیر کا بالکلیہ خاتمہ ہی کر دیا۔

چو سلطان عزت علم بر کشد　　　جہاں سر بجیب عدم درکشد

جب محبوب حقیقی کی تجلی قلب پر وارد ہوتی ہے تو سب چیزیں فنا ہو جاتی ہیں۔

ہر کس از دست غیر نالہ کند　　　سعدیؔ از دست خویشتن فریاد

ہر شخص دست غیر سے نالاں ہے اور سعدی اپنے ہی ہاتھ سے۔

فکر خود و رائے خود در عالم رندی نیست　　　کفر است دریں مذہب خود بینی و خود رائی

عالم عاشقی میں اپنی فکر و رائے کچھ بھی نہیں ہے اس مذہب میں تو خود بینی و خود رائی کفر ہے۔

نور حق ظاہر بود اندر ولی　　　نیک بیں باشی اگر اہل دلی

مرد حقانی کی پیشانی کا نور

کب چھپا رہتا ہے پیش ذی شعور

ہر بیشہ گماں مبر کہ خالیست　　　شاید کہ پلنگ خفتہ بشد

ہر جھاڑی کو خالی مت سمجھو شاید کہ اس میں کوئی چیتا سویا ہوا ہو۔

جنگ ہفتاد و دو ملت ہمہ را عذر بنہ　　　چوں ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند

لوگوں کے بہتر فرقے اور ان کے باہمی اختلاف میں انہیں معذور جانو کیونکہ جب وہ حقیقت سے بے خبر ہوئے تو من مانی راہ اختیار کر لی اور اٹکل پچو ہانکنے لگے۔

ع　　تسلی داد ہر یک را بر نگے

ہر ایک کو اس کی ضرورت کے موافق علم دے کر تسلی عطا کی ہے۔

قتل ایں خستہ بشمشیر تو تقدیر نبود　　ورنہ ہیچ از دل بے رحم تو تقصیر نبود

اس خستہ حال کی موت تمہارے تلوار سے مقدر نہ تھی ورنہ تمہارے بے رحم دل نے تو مجھے قتل کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔

جزاک اللہ کہ چشمم باز کردی　　مرا با جانِ جان ہمراز کردی

اللہ تعالیٰ تجھے اچھا بدلہ دیں کہ تو نے میری آنکھیں کھولدیں اور میرا محبوب حقیقی سے تعلق قائم کر دیا۔

درراہ عشق وسوسہ اہرمن بسے است　　ہشدار و گوش را بہ پیام سروش دار

طریق باطن میں شیطان کے وساوس اور خطرات بہت ہیں ان سے بچنا چاہتے ہو تو ہوشیار رہو اور شریعت کی اتباع کرو۔

ع　ازیں سو راندہ از آں سو ماندہ

نہ اُدھر ہی کا نہ اِدھر ہی کا۔

حیراں شدہ ام از آرزویت　　اے چشم جہانیاں بسویت

ما ئیم و تحیر و خموشی　　آفاق ہمہ بگفتگویت

خسرو بکمند تو اسیر ست　　بے چارہ کجا رود ز کویت

میں تیری آرزو میں حیران ہوں اے محبوب دنیا والوں کی آنکھیں تیری طرف لگی ہوئی ہے۔ ہم ہیں اور تحیر اور خاموشی ہے اور تمام دنیا تمہاری گفتگو میں لگی ہوئی ہے۔ خسرو تمہارے کمند کا قیدی ہے تمہارے کوچہ کو چھوڑ کر بے چارہ کہاں جائے۔

شب تاریک وبیم موج وگردابے چنیں ہائل　　کجا دانند حال ما سبکسا ران ساحلہا

حیرت میں ہماری حالت ایسی ہے جیسے اندھیری رات ہو اور موج کا خوف ہو اور ہولناک بھنور میں کشتی آگئی ہو تو ہمارے اس حال کی ان لوگوں کو کیا خبر ہو سکتی ہے جو ہلکے پھلکے کنارے پر کھڑے ہیں۔

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردۂ　　باز میگوئی کہ دامن ترمکن ہشیار باش

یعنی گہرے دریا میں تختہ میں جکڑ کر ڈالدیا ہے اور پھر کہتے ہو کہ ہوشیار رہو دامن تر نہ ہونے پائے۔

نہ ہر کہ چہرہ برافروخت دلبری داند		نہ ہر کہ آئینہ دارد سکندری داند

شاہد آں نیست کہ موئے ومیانے دارد		بندۂ طلعت آں باش کہ آنے دارد

جو شخص بھی چہرہ کو برافروختہ کرے لازم نہیں کہ دلبری جانتا ہو، جیسے جو شخص آئینہ بناتا ہو تو لازم نہیں کہ سکندری بھی جانتا ہو۔ محبوب وہ نہیں جس کے بال عمدہ اور کمر پتلی ہو بلکہ تم ایسے محبوب کی غلامی اختیار کرو جو ایک خاص آن رکھتا ہو۔

تہید ستان قسمت راچہ سود از رہبر کامل		کہ خضر از آب حیواں تشنہ می آرد سکندر را

بدقسمتوں کو رہبر کامل سے کیا فائدہ ہو، خضر علیہ السلام سا رہبر کامل سکندر کو آب حیات کے چشمہ سے واپس لاتا ہے کیونکہ سکندر کے لئے آب حیات مقدر نہ تھا۔

ع		ہمیں میداں ہمیں چوگاں ہمیں گوئے

یعنی اب بھی وہی میدان ہے وہی چوگان اور وہی گیند ہے۔

رند عالم سوز را با مصلحت بینی چہ کار		کار فلک است آنکہ تدبیر و تحمل بایدش

رند جس کا مشرب ہی محبوب کے سوا جملہ عالم کو خاکستر کر دینا ہوتا ہے اس کو کسی مصلحت بینی سے کیا کام۔ یہ تو دنیوی سلاطین کا (جنہیں اپنا اور اپنی حکومت کا رکھ رکھاؤ منظور ہوا کرتا ہے) کا کام ہے کہ وہ تدبیر وانتظام اور صبر و تحمل سے کام لیں۔

کار کن کار بگذار از گفتار		اندریں راہ کار باید کار

عمل کرو دعوی کو ترک کرو اس طریق میں صرف عمل ہی کی ضرورت ہے۔

قدم باید اندر طریقت نہ دم		کہ اصلے ندارد دم بے قدم

طریقت میں عمل کی ضرورت ہے نہ کہ محض دعویٰ کی اس لئے کہ بغیر عمل کے قول اور دعویٰ کی کوئی اصلیت نہیں۔

خواتین اسلام جو علم وفضل، ادب وآگہی اور ہدایت ومعرفت کا منبع ومرکز تھیں

سیریز (۱۷)

ام المومنین حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ڈاکٹر محمد ضیاالدین مظاہری

ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام رملہ بنت ابی سفیان بن صخر ہے۔ام حبیبہ ان کی کنیت ہے اور اسی نام سے زیادہ مشہور ہوئیں۔

الاصابہ میں ہے کہ بعض نے آپ کا نام ''ہند'' بھی لکھا ہے اور رملہ زیادہ صحیح ہے۔

حضرت ام حبیبہ بنت سفیان کی ولادت بعض تاریخی مصادر میں بعثت سے سترہ سال پہلے ۵۹۳ء لکھا ہوا ہے۔

حضرت ام حبیبہ کا شماران صحابیات میں ہوتا ہے جو اپنے شوہر کے ساتھ حبشہ (آج کل اس کو ایتھوپیا کہا جاتا ہے) کی طرف ہجرت کر گئی تھیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح سے پہلے آپ نے خواب میں دیکھا تھا کہ انہیں کسی نے ''اے ام المومنین'' کہہ کر پکارا۔

ام المومنین حضرت ام حبیبہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکاح کا انتظام نجاشی بادشاہ نے کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے چار سو دینار مہر بھی ادا کئے۔

نکاح کے بعد حضرت شرحبیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو رخصت کر کے مدینہ منورہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچایا۔

ام المومنین حضرت ام حبیبہ بڑی عبادت گذار تھیں، زہد، صبر، شکر ان کے امتیازی اوصاف ہیں۔

حضرت ام حبیبہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تقریباً پچاس احادیث روایت کی ہیں۔

نسب نامہ:

حضرت رملہ بنت ابی سفیان بن صخر بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن

کعب بن لوئ۔ ان کی والدہ کا نام صفیہ بنت ابوالعاص تھا اور یہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چچی تھیں۔

حضرت ام حبیبہ کے پہلے شوہر

حضرت رملہ بنت ابی سفیان کا پہلا نکاح عبیداللہ بن جحش اسدی سے ہوا تھا۔

حضرت ام حبیبہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح

حضرت رملہ بنت سفیان اپنے خاوند عبیداللہ بن جحش کے ساتھ حبشہ ہجرت کر گئی تھیں، وہاں پہنچ کر ان کا شوہر عبیداللہ مرتد ہو گیا اور جب وہ مر گیا تو ایک روایت کے مطابق حضرت عثمان نے اور دوسری روایت کے مطابق خالد بن سعید بن عاص بن امیہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان کو نکاح کا پیغام بھیجا۔ انھوں نے منظور کر لیا۔ نجاشی بادشاہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے چار سو دینار مہر ادا کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ نے ولیمہ کیا اور دوسری روایت میں ہے کہ نجاشی نے ولیمہ کا انتظام کیا۔ حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی رخصتی لے کر مدینہ منورہ لے آئے۔

طبقات ابن سعد میں اس نکاح کا دلچسپ واقعہ اس طرح لکھا ہے :

عن اسماعیل بن عمرو بن سعید بن العاص قال: قالت ام حبیبة: رأیت فی النوم عبید الله بن جحش زوجی بأسواء صورة و أشوهه ففزعت ، فقلت تغیرت و الله حاله، فاذا هوا یقول حیث أصبح : یا ام حبیبه ، انی نظرت فی الدین فلم أر دینا خیراً من النصرانیة ، و کنت قد دنت بها ، ثم دخلت فی دین محمد ثم قد رجعت النصرنیة ، فقلت : والله ماخیر لک ، و أخبرته با لرؤیا التی رأیت له فلم یحفل بها و أکب علی الخمر حتی مات فأری فی النوم کأن أتیاً یقول یا ام المومنین ، ففزعت فأولتها أن رسول الله یتزوجنی.

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: میں نے خواب میں عبیداللہ بن جحش اپنے شوہر کو بری صورت میں دیکھا، میں گھبرا گئی، جب صبح ہوئی تو وہ کہنے لگا: اے ام حبیبہ، میں نے اس دین کے بارے میں غور کیا تو میں اس دین میں نصرانیت سے زیادہ بھلائی نہیں دیکھ رہا ہوں اور میں اس کے قریب ہو گیا تھا پھر میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دین میں داخل ہو گیا تھا اب میں پھر نصرانیت کی طرف لوٹ گیا ہوں۔ میں نے کہا:

اللہ کی قسم تیرے لئے وہ بہتر نہیں ہے، اوراسے خواب کے بارے میں بتایا، اوراس کی طرف کوئی توجہ نہ دی کہ وہ شراب کا عادی ہوگیا اوراسی حالت میں مرگیا، خواب میں کسی نے مجھے کہا: اے ام المومنین ،تو میں گھبرا گئی، اور میں نے اس کی یہ تعبیر لی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے شادی فرمائیں گے۔

قالت: فما هو الا أن انقضت عدتي فما شعرت الا برسول النجاشي على با بی يستأذن فاذا جارية له يقال لها ''أبرهة'' ، كانت تقوم على ثيابه و دهنه فدخلت عليَّ فقالت : ان الملک يقول لکِ ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كتب الى أن أزوجكه، فقالت : بشرک الله بخير، قالت: يقو ل لک الملک و كّلی من يزوجک ، فأرسلت الى خالد بن سعيد بن العاص فوكلته و أعطت أبرهة سوار ين من فضة و خدمتين ، كانتا في رجليهما و خو اتيم فضة كانت في أصا بع رجليها سروراً بما بشرتها.

ام حبیبہ فرماتی ہیں کہ: پھر میری عدت ختم ہوگئی۔تو نجاشی کی ابرہہ نامی باندی جواس کے کپڑے وغیرہ کا انتظام درست کرتی تھی میرے دروازہ پر اجازت طلب کررہی تھی، وہ میرے پاس آئی اور کہنے لگی: بادشاہ آپ سے کہہ رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے پاس خط لکھا ہے کہ میں آپ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح کردوں۔انھوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو خیر کی بشارت دے رہا ہے، اس عورت نے کہا: بادشاہ کہہ رہے ہیں کہ آپ ایسے شخص کو اپنا وکیل بنادیں جو آپ کا نکاح کر سکے۔ میں نے خالد بن سعید بن العاص بن امیہ کی طرف پیغام بھیجا اورانہیں وکیل بنادیا۔ میں نے ابرہہ کو چاندی کے دوکنگن اور خلخال جوان کے دونوں پیر میں تھے اور چاندی کی انگوٹھیاں جو پیروں کے انگلیوں میں تھی اِس خوشخبری سنانے کی خوشی میں دیدیئے۔

فلما كان العشى أمر النجاشي جعفر بن ابى طالب و من هناک من المسلمين فحضروا فخطب النجاشي فقال : الحمد لله الملک القدوس السلام المؤمن المهيمن العزيز الجبار ، أشهد أن لا اله الا الله و أن محمد عبده و رسوله و أنه الذى بشر به عيسى بن مر يم ، صلى الله عليه وسلم،أما بعد فان رسول الله صلى الله عليه وسلم كتب الىَّ أن أزوجه ام حبيبة بنت أبى سفيان فأجبت الى ما دعا اليه رسول الله صلى الله عليه

وسلم و قد أصدقتها أربعة مائة دينار . ثم سكب الدنانير بين يدى القوم .

جب عشاء ہوئی تو نجاشی نے جعفر بن ابوطالب کو اور جو وہاں پر اور مسلمان موجود تھے حکم دیا، وہ سب لوگ آ گئے تو نجاشی نے خطبہ دیا اور کہا: الحمدللہ الملک القدوس السلام المؤمن المہیمن العزیز الجبار، أشہد أن لا الہ الا اللہ وأن محمد عبدہ ورسولہ وأنہ الذی بشر بہ عیسی بن مریم صلی اللہ علیہ وسلم، أما بعد، (انھوں نے اللہ کی حمد وثنا کی اور تشہد پڑھا پھر فرمایا:) اما بعد، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف خط بھیجا ہے کہ میں ام حبیبہ بنت ابی سفیان کی شادی ان سے کردوں جسے میں نے قبول کیا اور ان کی طرف سے چار سو دینار حق مہر دیتا ہوں۔ پھر انھوں نے لوگوں کے سامنے دینار انڈیل دیئے۔

فتكلم خالد بن سعيد فقال : الحمد لله أحمده و أستعينه و أستنصره و أشهد أن لا اله الا الله و أن محمداً عبده ورسوله أرسله بالهدى و دين الحق ليظهره على الدين كله و لو كره المشركون ، أما بعد فقد أجبت الى ما دعا اليه رسول الله صلى الله عليه وسلم و زوجته ام حبيبة بنت أبى سفيان فبارك الله رسول الله. و دفع الدنانير الى خالد بن سعيد بن العاص فقبضها ثم أرادوا أن يقوموا فقال: اجلسوا فان سنة الانبياء اذا تزوجوا أن يؤكل طعام التزويج ، فدعا بطعام فأكلوا ثم تفرغوا .

پھر حضرت خالد بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خطبہ دیا اور فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ لکھا ہے میں نے اسے قبول کرلیا اور ام حبیبہ بنت ابی سفیان کا ان سے نکاح کردیا، (نجاشی نے) دینار خالد بن سعید کے سپرد کردیا اور انھوں نے وہ دینار لے لئے۔ پھر جب لوگ جانے کے لئے کھڑے ہوئے تو نجاشی نے کہا: آپ لوگ تشریف رکھئے، نبیوں کا یہ طریقہ رہا ہے کہ جب وہ نکاح کرتے تو شادی کا کھانا (ولیمہ) کھلاتے۔ تو ان کے لئے کھانا منگوایا، پھر سب نے کھایا پھر تشریف لے گئے۔

قالت ام حبيبة : فلما وصل اليّ المال أرسلت الى ابرهة التى بشرتنى فقلت لها : انى كنت أعطيتك ما أعطيتك يو مئذ و لا مال بيدى فهذه خمسون مثقالاً فخذيها فاستعينى بها. فأبت، فأخرجت حقا فيه كل ما كنت أعطيتها فردته عليّ و قالت : عزم على الملك أن لا أرزأك شيئاً و أنا التى أقوم على ثيابه و دهنه ، وقد اتبعت دين محمد

صلى الله عليه وسلم ، و أسلمت لله، و قد أمر الملک نساء ہ أن يبعثن اليک بکل ما عندهن من العطر ، قالت: فلما کان الغد جاء تنی بعود وورس و عنبر و زباد کثير ، فقدمت بذلک کله علی النبی صلی الله عليه وسلم . فکان يراه علیّ و عندی فلا ينکره، ثم قالت: أبرهة : فحاجتی اليک أن تقرئی رسول الله صلی الله عليه وسلم منی السلام و تعلميه أنی قد اتبعت دينه. قالت: ثم لطفت بی و کانت التی جهزتنی فکانت کلمادخلت علی تقول : لا تنسئ حاجتی اليک، قالت : فلما دخلت قدمت علی رسول الله صلی الله عليه وسلم أخبرته کيف کانت الخطبة و ما فعلت بی أبرهة ، فتبسم رسول الله صلی الله عليه وسلم، و أقرأته منها السلام فقال: و عليها السلام و رحمة الله و برکاته.

حضرت ام حبیبہ فرماتی ہیں کہ جب میرے پاس مال پہنچا تو میں نے ابرہہ کو جس نے مجھ کو خوشخبری دی تھی اس میں سے پچاس دینار دیئے۔ میں نے اس سے کہا: میں نے تم کو جو دیا وہ دیا اس وقت میرے پاس مال نہیں تھا، یہ پچاس دینار ہیں ان کو لے لیجئے، ابرہہ نے انکار کر دیا، اور اس نے مجھے وہ بھی واپس کر دئے جو پہلے دیا تھا اور کہنے لگیں: بادشاہ نے مجھ سے کچھ نہ لینے کی قسم لی ہے۔ اور میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی پیروی کر لی ہے اور میں مسلمان ہوگئی ہوں۔ بادشاہ نے اپنی عورتوں کو حکم دیا کہ جو کچھ بھی ان کے پاس عطر وغیرہ ہے وہ مجھے ہدیہ پیش کریں۔ اگلے دن وہ عورتیں میرے پاس عود، ورس، عنبر اور بہت سی خوشبو لے کر آئیں اور پھر میں ان چیزوں کو ساتھ لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی۔

جو کچھ میرے پاس تھا اور جو میرے اوپر تھا اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے رہے اور منع نہیں فرمایا۔

ابرہہ نے کہا: مجھ کو آپ سے ایک کام ہے کہ میرا اسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہہ دیجئے گا اور یہ کہ میں نے آپ کے دین کی پیروی اختیار کر لی ہے۔ پھر وہ مجھ کو تیاری وغیرہ کرانے لگیں اور دوبارہ آنے کے وقت کہنے لگیں کہ دیکھئے میری بات بھول نہ جایئے گا، حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں کہ: جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی تو میں نے آپ کو بتلایا کہ کیسے خطبہ پڑھا گیا اور جو کچھ میرے ساتھ ابرہہ نے کیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرانے لگے اور فرمایا ''وعلیہا السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ''۔

ابوسفیان کا اپنی بیٹی حضرت ام حبیبہؓ سے ملاقات

جس وقت حضرت ام حبیبہ کے والد ابوسفیان فتح مکہ سے پہلے بنی خزاعہ پر حملے کے سلسلے میں مدینہ منورہ آئے تھے تو اپنی بیٹی ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ملاقات کے لئے ان کے پاس آئے۔ جب ابوسفیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر مبارک پر بیٹھنے لگے تو ان کی صاحبزادی حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر کو لپیٹ دیا۔ابوسفیان نے اپنی بیٹی سے کہا: اے بیٹی، کیا اس بستر کو مجھ سے ہٹایا ہے یا مجھ کو بستر سے ہٹادیا؟ صاحبزادی ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہنے لگیں: وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر ہے، اور آپ مشرک ہیں، ناپاک ہیں۔ابوسفیان نے کہا: ہمارے بعد تمہاری عادتیں بدل گئیں ہیں۔

ام المومنین حضرت ام حبیبہ کے اخلاق واوصاف

حضرت ام حبیبہ بڑی ملنسار، سادہ مزاج اور ایمانی جوش سے لبریز تھیں۔ دین کی باتوں پر بہت شدت سے عمل کرتی تھیں اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین کرتی تھیں۔مسند احمد میں ہے: ''**عن ابی سفیان بن سعید بن المغیرة أنه دخل علی ام احبیبة زوج النبی صلی الله علیه وسلم، فسقته قدحا من سویق، فدعا بماء فمضمض، فقالت له: یاا بن اخی، ألا تتوضأ؟ فان رسول الله صلی الله علیه سلم قال: توضؤوا مما مست النار أو غیرت** ''(مسند احمد: ۲۷۳۰۹۔ابوداؤد: ۱۹۵۔) ان کے بھانجے ابوسفیان بن سعید بن المغیرہ ان کے پاس آئے تو انھوں نے ان کے سامنے ستو کھانے کے لئے پیش کیا، کھانے کے بعد انھوں نے پانی منگایا اور کلی کرلیا تو ان سے ام المومنین بولیں کہ: اے بھتیجے، کیا وضو نہیں کروگے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں جس چیز کو آگ چھوئے یا بدل دے (یعنی پکائے) اس کے استعمال سے وضو لازم ہو جاتا ہے۔ (یہ حکم اب منسوخ ہو چکا ہے)۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ جو شخص بارہ رکعت روزانہ نفل نماز پڑھے گا اس کے لئے جنت میں گھر بنایا جائے گا۔فرماتی ہیں کہ: ''**فما زلت أصلیهن بعد** '' میں اس کو ہمیشہ پڑھتی ہوں۔ (مسند احمد: ۲۷۳۱۷)

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمانے لگیں: میری بہن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نکاح

فرمالیجئے۔آپ نے فرمایا کیا یہ تمہیں پسند ہے؟ بولیں ہاں۔میں ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تنہا بیوی نہیں ہوں اسلئے میں یہ پسند کرتی ہوں کہ آپ کے نکاح کی سعادت میں میرے ساتھ میری بہن بھی شریک ہو۔اس کے آخر میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: مجھ پر اپنی بیٹیاں اور بہنیں نہ پیش کرو۔(مسند احمد: ۲۷۹۵۷۔ بخاری، باب وامہاتکم اللاتی ارضعنکم) ویحرم من الرضاعۃ ما یحرم من النسب)

ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا علم حدیث میں

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد روایت نقل فرمائی ہیں جن کی تعداد کچھ مؤرخین نے پچاس تک لکھی ہے، یہ خود ان کے بھائی حضرت معاویہ اور حضرت عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ان کے بھائی کے بیٹے عبداللہ بن عتبہ بن ابوسفیان، ابوسفیان بن سعید بن مغیرہ بن اخنس ثقفی جو ان کے بھانجے ہیں، اور ان کے دو غلاموں سالم بن سوال اور ابوجراح اور حضرت انس بن مالک، صفیہ بنت شیبہ، زینب بنت ام سلمہ، عروہ بن زبیر، اور ابوصالح السمان اور دوسرے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے روایت کی ہیں۔

ان کی روایت کردہ احادیث میں سے کچھ پیش ہیں:

جس کپڑے میں اپنی بیوی کے ساتھ سوئے اسی کپڑے میں نماز پڑھنے کے سلسلہ میں ام حبیبہ کی روایت ہے: ”**عن معاویة قال : قلت لا م حبیبة زوج النبی النبی صلی الله علیه وسلم : أکان رسول الله صلی الله علیه وسلم یصلی فی الثوب الذی ینام معک فیه؟ قالت : نعم، مالم یری فیه أذی** “(مسند احمد: ۲۷۲۹۶۔ابوداؤد: ۲۶۶۔ابن ماجہ: ۵۴۰۔)

حضرت معاویہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ میں نے ام حبیبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیہ محترمہ سے پوچھا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی کپڑے میں نماز پڑھ لیتے تھے جس میں وہ آپ کے ساتھ استراحت فرماتے تھے؟ ام حبیبہ نے فرمایا: جی، جب اس میں یعنی کپڑوں میں کچھ گندگی نہ دیکھتے تو اسی میں ادا فرمالیتے۔

مسواک والی روایت بھی انہیں ام المومنین سے روایت ہے:

عن ابی الجراح. مولیٰ ام حبیبة. عن ام حبیبة أنها حدثته قالت: سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول : ” لو لا أن اشق علی امتی لأمرتهم بالسواک عند کل

صلاۃ کما یتوضؤون‘‘(مسند احمد:۲۷۲۹۹)

ام حبیبہ کے مولیٰ حضرت ام حبیبہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اگر میری امت پر شاق نہ ہوتا تو میں ان کو ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا جیسے کہ وہ وضو کرتے ہیں۔

ظہر کی فرض سے پہلے چار رکعت سنت اور فرض کے بعد چار رکعت سنت پڑھنے کی فضیلت کے بارے میں ام حبیبہ کی روایت ملاحظہ فرمائیں:

’’عن حسان بن عطية قال : لما نزل بعنبسة بن ابی سفيان الموت اشتد جزعه فقيل له : ما هذا الجزع ؟ قال : ’’أما‘‘ انی سمعت ام حبيبة. يعنی أختہ .تقول : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من صلى أربعا قبل الظهر و أربعا بعدها حرم الله لحمه على النار ، فما تركتهن منذ سمعتهن‘‘(مسند احمد:۲۷۳۰۰۔ابوداؤد:۱۲۶۹۔ابن ماجہ:۱۱۶۰۔ترمذی:۴۲۷)

حسان بن عطیہ کہتے ہیں کہ جب عنبسہ بن ابوسفیان کے موت کا وقت قریب ہوا اور ان کی تکلیف بڑھی تو ان سے کہا گیا، یہ تکلیف کیا ہے؟ انھوں نے کہا: سنو، میں نے ام حبیبہ یعنی اپنی بہن سے سنا ہے وہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے چار رکعت نماز ظہر سے پہلے پڑھی اور چار رکعت ظہر کے بعد پڑھی اللہ تعالیٰ اس کے گوشت کو جہنم پر حرام کردے گا۔ وہ کہتے ہیں کہ جب سے میں نے اس کو سنا ہے کبھی نہیں چھوڑا۔

ماتم اور سوگ منانے کے سلسلے میں ام المومنین کی روایت ملاحظہ فرمائیں:

’’عن حميد بن نافع قال : سمعت زينب بنت ام سلمة قالت: توفی حميم لأم حبيبة فدعت بصفرة فمسحت بذراعيها وقالت: انما أصنع هذا لشيئی سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : لا يحل لامراة مسلمة تؤمن با لله واليوم الآخر أن تحد فوق ثلاث الا على زوجها أربعة أشهر و عشراً‘‘(مسند احمد:۲۷۳۰۲۔بخاری:۱۲۸۱۔مسلم:۱۴۸۶)

جب ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ایک عزیز کا انتقال ہوا تو ام حبیبہؓ نے خوشبو منگایا اور رخساروں پر لگایا اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ کسی مسلمان عورت کیلئے جو اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن

پرایمان رکھتا ہو یہ جائز نہیں کہ تین دن سے زیادہ اس پرغم کرے البتہ شوہر کیلئے چار مہینہ دس دن سوگ کرنا چاہئے۔

اذان کے جواب کے سلسلہ میں روایت ہے:

”عن ام حبیبة عن النبی صلی الله علیه وسلم أنه کان اذا سمع المؤذن یؤذن قال کما یقول حتی یسکت“(مسند احمد:۲۷۳۰۳)

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جب مؤذن کواذان دیتا ہوئے سنتے تو ویسا ہی کہتے جیساوہ کہتا یہاں تک کہ وہ خاموش ہوجاتا (یعنی اذان پوری ہوجائے)۔

عن ام حبیبة بنت ابی سفیان أن أناسا من أهل الیمن قدموا علی رسول الله صلی الله علیه وسلم، فأعلمهم الصلاة و السنن والفرائض ، ثم قالوا : یا رسول الله ان لنا شراباً نصنعه من القمح والشعیر؟ قال: فقال: الغبیراء؟ قالوا: نعم، قال: لا تطعموه ، ثم لما کان بعد ذلک بیومین ذکروهما له أیضاً ؟ فقال: الغبیراء؟ قالوا: نعم،قال : لا تطعموه، ثم لما أرادوا أن ینطلقوا سألوه عنه ؟ فقال : الغبیراء؟ قالوا : نعم، قال : لا تطعموه ،قالوا: فانهم لا یدعونها ؟ قال : من لم یترکها فاضربوا عنقه“(مسند احمد:۲۷۹۵۲)

حضرت ام حبیبہ سے روایت ہے کہ چندلوگ یمن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کونماز،سنتیں اورفرائض سکھلائیں۔پھران لوگوں نے کہا:اے اللہ کے رسول ، ہمارے پاس ایسا مشروب ہے جس کوہم نے جواور گیہوں سے بنایا ہے،آپ نے فرمایا: غبیراء؟ توان لوگوں نے کہا کہ جی ہاں،آپ نے فرمایا:اس کومت کھاؤ۔پھر جب ان لوگوں نے واپسی کا ارادہ کیاتواس کے بارے میں سوال کیا،تو آپ نے کہا:غبیراء؟ان لوگوں نے کہا،جی ہاں،آپ نے فرمایا: اس کومت کھاؤ۔ان لوگوں نے کہا: کہ وہ اس کوچھوڑنہیں سکتے ہیں۔آپ نے فرمایا: جواس کونہ چھوڑے اس کی گردن اڑادو۔

عن ام حبیبة بنت ابی سفیان عن زینب بنت جحش قالت: دخل علیّ رسول الله صلی الله علیه وسلم وهو عا قد باصبعیه السبابة بالابهام ، وهو یقول : ویل للعرب من شر قد اقترب ، فتح الیوم من ردم یأجوج و مأجوج مثل موضع الدرهم ، قالت: فقلت:

یارسول اللہ ، أنھلک و فینا الصالحون؟ قال صلی اللہ علیہ وسلم: نعم ، اذا کثُر الخبث''(مسنداحمد:۲۷۹۶۱)

حضرت ام حبیبہؓ حضرت زینب بنت جحشؓ سے روایت کرتی ہیں کہ میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، اور آپ اپنے سبابہ انگلی کو انگوٹھے سے پکڑے ہوئے تھے اور فرمارہے تھے: خرابی ہے عرب کے لئے اس شر سے جو قریب آچکا ہے، آج یاجوج ماجوج کے دیوار میں سے درہم کی مقدار جگہ کھل گئی ہے۔ زینب کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، کیا ہم ہلاک ہوجائیں اس حال میں کہ ہمارے اندر نیک لوگ موجود ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں جب خباثتیں بڑھ جائیں گی۔

وفات

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ: مجھے ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنی موت کے وقت بلایا اور کہنے لگیں: سوکنوں میں جو بات ہوتی ہے وہ ہمارے درمیان تھی، مجھے معاف کردو۔ میں نے انہیں معاف کردیا۔ اور اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے مغفرت طلب کی، وہ مجھے کہنے لگیں: تم نے میری پردہ پوشی کی، اللہ تمہاری پردہ پوشی کرے۔ ام المومنین ام حبیبہ نے ایسا ہی پیغام حضرت ام سلمہ کے پاس بھی بھیجا۔

ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ۴۴ ہجری میں مدینہ منورہ میں انتقال ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔ (آمین)

مراجع:

۱۔قرآن کریم
۲۔تفسیر تبیان القرآن
۳۔مسند امام احمد بن حنبل، بیت الافکار الدولیۃ
۴۔صحیح البخاری، دارالسلام للنشر والتوزیع
۵۔صحیح مسلم، دارالسلام للنشر والتوزیع
۶۔سنن ابی داؤد، دارالسلام للنشر والتوزیع
۷۔سنن نسائی،، دارالسلام للنشر والتوزیع
۸۔سنن ابن ماجہ، دارالسلام للنشر والتوزیع
۹۔الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ اردو، علامہ ابن حجر عسقلانی، مکتبہ رحمانی لاہور
۱۰۔اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، مؤرخ ابن اثیر، المیزان، اردو بازار، لاہور
۱۱۔اعلام النبلاء للذہبی، بیت الافکار الدولیۃ۔
۱۲۔اعلام النساء، عمر رضا کحالہ۔
۱۳۔سیرۃ ابن اسحاق، محمد بن اسحاق بن یسار، تحقیق وتعلیق: محمد حمید اللہ۔ معہد الدراسات والأبحاث للتعریب
۱۴۔کتاب الطبقات الکبیر (طبقات ابن سعد) تحقیق الدکتور علی محمد عمر۔ مکتبۃ الخانجی بالقاہرہ۔ الطبعۃ الاولی ۲۰۰۱م

مسلمانوں کی امتیازی شان کیا ہے؟

مجلس شیخ المشائخ امام السلوک مسیح الامت
حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحب شروانی نوراللہ مرقدہ

(۲)

ایذاء رسانی سے رکنا ادنیٰ درجہ اور راحت رسانی اعلیٰ درجہ ہے

تو دیکھئے تین چیزیں ہیں: جان، مال اور دل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ’’مسلمان وہ ہے کہ جس سے مسلمان کا جان اور مال اور دل سلامتی کے ساتھ رہے‘‘ یہ پہچان کی کسوٹی ہے۔ اور آگے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یہ تو ادنی درجہ ہے ایسا بھی نہ ہوا تو کچھ بھی نہ ہوا۔ یہ ادنی درجہ ہے کہ اپنے سے کسی کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچے، اس کا اہتمام ہونا چاہئے یہ شریعت ہے۔ اب آگے یوں فرماتے ہیں کہ کہ اچھا بس تم نے اس ادنیٰ درجہ پر قناعت کر لی؟ آگے کیوں نہیں بڑھتے، اپنے آپ کو ایسا کیوں نہیں بناتے کہ تم سے دوسرے کو راحت پہنچے۔ ایذاء رسانی سے تو تم بچ گئے ماشاء اللہ، شاباش شاباش، مگر اس پر کفایت وقناعت کیسی؟ آگے بڑھو، راحت رسانی بھی ہونی چاہئے۔ اے مسلمان، تجھے دوسرے مسلمان کے واسطے راحت رساں بننا چاہئے، اس طرح کہ دوسرے کی راحت رسانی کے لئے اپنے پر کوئی تکلیف گذرتی ہو تو اس کو جہاں تک تحمل ہو برداشت کرلو۔ تیرا معاملہ اس معبود حقیقی کے ساتھ ہے نہ کہ بہانہ خوری کہ میرے تحمل سے باہر تھا، یہ دل کا معاملہ ذات باری تعالیٰ کے ساتھ ہے، تو کسی دوسرے شخص کو دھوکہ دے سکتا ہے مگر اس ذات کو دھوکے کا کیا سوال؟ ؎

کار ہا با خلق آری جملہ راست　　　با خدا تزویر وحیلہ کے رواست

تو مخلوق کو دھوکہ دے سکتا ہے چونکہ تعلیم حسن ظن کی کردی ہے، سوءِ ظن سے بچنے کی کردی ہے، لیکن خدائے برتر کو دھوکہ اور اس کے سامنے حیلے بہانے نہیں چل سکتے۔

اپنی عزت دوسرے کی ذلت نہ ہو

کہ میں نے تو اس کی اصلاح کے لئے کہا تھا، میں نے تو لوگوں کو اس کے ضرر سے بچنے کے لئے کہا

تھا، حالانکہ دوسروں کو ضرر تو اس طرح سے پہنچ رہا ہے۔ بھلا غیر سے اس کا عیب کہنے کی کیا غرض اور ضرورت تھی؟ اس سے تو کہتا نہیں اور دوسروں سے کہتا پھرتا ہے، یہ اپنا اعزاز ہے اور دوسروں کا اذلال ہے۔ یہ باریک چور ہے مگر یہ سب گفتگو اس کے لئے ہے جو اپنے کو مریض سمجھے اور جو طالب صادق ہو رضا الٰہی کا، اور کچھ خوف رکھتا ہو۔ تو دیکھئے راحت رسانی کا اعلیٰ درجہ کیا ہے؟ یہ ہے کہ اپنے اندر جہاں تک تحمل کی طاقت ہو برداشت کرلو۔ کیونکہ پہلے اپنی ذات کا حق ہے، پہلے اپنے کو تکلیف سے بچانا ہے یہ ''ان لنفسک علیک حقا'' کی تفسیر ہے۔ حدیث شریف میں الفاظ تو چھوٹے ہوتے ہیں اور اس کے اندر تفسیر بہت سی ہوتی ہیں۔ اسی بخاری شریف میں حدیث ''المسلم من سلم'' کے بعد دوسری حدیث ہے، فرماتے ہیں کہ اس سے آگے بڑھو، وہ کیا ہے؟ ''اطعام الطعام افشاء السلام'' یعنی کھانا کھلانا اور سلام پھیلانا۔ وہاں تو صراحۃً اور نصاً لسان اور ید کا لفظ تھا اور یہاں نہ لسان کا لفظ ہے اور نہ ید کا۔

حدیث کی طرح منطق پڑھنے میں ثواب ہے بشرطیکہ نیت صحیح ہو

دلالت کی قسمیں تو پڑھی ہوں گی؟ دلالت مطابقی، دلالت التزامی اور دلالت تضمنی۔ منطق کا پڑھنا خواہ مخواہ نہیں ہے ضروری ہے۔ ہمارے اکابر تو فرماتے ہیں کہ جیسے حدیث شریف کے پڑھنے میں ثواب ملے گا منطق کے پڑھنے میں بھی ثواب ملے گا، اور یوں تو حدیث شریف کو بھی غلط استعمال کرے تو گناہ ہوگا ایسے ہی منطق کو غلط استعمال کرے گا تب بھی گناہ ہوگا۔ منطق پڑھنے سے بڑی تسہیل ہو جاتی ہے بشرطیکہ سمجھ کر پڑھے۔ ''شرح عقائد'' کے اندر فلسفہ ہے میبذی (فلسفہ کی کتاب) پہلے پڑھائی جاتی ہے پھر شرح عقائد پڑھائی جاتی ہے۔ علم کلام میں منطق و فلسفہ دونوں رکھا ہوا ہے، ان کا پڑھنا پڑھانا اپنے ایمان کی مضبوطی کے لئے نہیں بلکہ، خصم اور دشمن کے سامنے اثبات حق کے لئے ہے، شرح عقائد اپنے عقائد کے صحیح کرنے کے لئے نہیں پڑھی جاتی ہے کیونکہ وہ تو مومن ہے ہی بلکہ مخالف کے مقابلہ کے لئے پڑھی پڑھائی جاتی ہے۔

راحت رسانی کے دو طریقے

فرمایا: اطعام الطعام افشاء السلام'' یہ ہے راحت رسانی کہ اوپر کی حدیث میں تو تھا کہ ایذاء رسانی سے بچو اور پھر ترقی کرو کہ تم دوسرے مسلمان کے لئے (گفتگو اس وقت مسلمان سے ہو رہی ہے) راحت رساں بنو۔ اس کو راحت پہنچانے کے لئے اپنے اوپر کچھ تکلیف برداشت کرلو، زبان کے اعتبار سے بھی اور ہاتھ

کے اعتبار سے بھی۔تو یہاں زبان اور ہاتھ کا لفظ تو نہیں ہے۔ ذرا تم عقل سے کام نہیں لیتے، کیا ہر جگہ بات صاف ہی صاف کہی جایا کرتی ہے، تم تو انسان مومن ہو، تیری عقل تو بحرِ ذخار ہونا چاہئے۔ جب میں نے کہا ''اطعام الطعام'' کھانا کھلانا۔اب جب تم کھانا لاؤ گے اور سامنے رکھو گے تو پیروں سے یا ہاتھوں سے یا زبان سے یا کان سے یا دل سے؟ کس سے رکھو گے؟ ہاتھ سے۔تو دیکھو ''اطعام الطعام'' کے اندر ''ید'' آ گیا یا نہیں؟ اور جب سلام کرو گے تو زبان سے یا ہاتھ سے؟ تو ''افشاء السلام'' کے اندر زبان آ گئی یا نہیں؟ تو وہاں اور طرح استعمال ہے اور یہاں اور طرح استعمال ہے۔ وہاں ایذاء سے بچنے کے لئے استعمال ہے اور یہاں راحت رسانی کے لئے استعمال ہے۔ جب آپ کسی کو کھانا کھلائیں گے تو اس کو راحت و آرام پہنچے گا یا تکلیف؟ آرام ہی پہنچے گا۔

تو چونکہ اصل تو راحت پہنچانا اور ایذاء سے بچانا ہے۔ جب بھوک لگے گی تو ایذاء ہے یا نہیں؟ اس کو ایذاء تھی بھوک کی، اس کو دفع کرنا ہے، اور جب اس کو کھانا کھلایا تو راحت پہنچائی یا تکلیف پہنچائی؟ دو راحتیں ہو گئیں۔ ذاتی طور پر جو بھوک کی تکلیف ہو رہی ہے تھی اس کا دفع کرنا ہے اور رفع جوع کے ساتھ جو شکم سیری ہے وہ راحت پہنچانا ہے، تو دوگنا اجر ہے بلکہ کئی گنا اجر ہو گیا، ثواب و قرب زیادہ ہو گیا۔

اوپر تو ایذاء رسانی سے بچاؤ کا اور یہاں راحت رسانی کا حکم ہے۔اس سے ثابت ہو گیا کہ دوسروں کو راحت پہنچانے کے لئے ہاتھوں کو استعمال کرو تو یہ اطعام الطعام کی تعلیم صرف اطعام الطعام ہی کے لئے نہیں ہے، یہ تو ایک مثالی اور جزوی چیز ہے، چونکہ آنے جانے کا، کھانے کھلانے کا معاملہ پڑتا ہے اور اگر بیمار ہو اور درد ہو رہا ہے تو اس کا جسم دبانا ہے، تو زبان سے دباؤ گے یا ہاتھ سے دباؤ گے؟ یا پیر سے دباؤ گے؟ البتہ اگر وہ یوں کہہ دے کہ بھائی کمر میں بہت درد ہے بیٹا ایسا کرو کہ لاٹھی کو ہاتھ میں لے لو اور میں لیٹ جاتا ہوں، تم میرے کندھے سے لے کر پاؤں تک اپنے پیر رکھ کر، خوب دباؤ، بہت درد ہے، تو وہ ایک اتفاقی اور عارضی بات ہے، اس کا اعتبار نہیں ہے، کیونکہ بعض لوگ بڑے ذہین ہوتے ہیں وہ کہہ سکتے ہیں۔ جی ہاں، میں بڑے ذہینوں سے گھبراتا ہوں، خدا محفوظ رکھے ان ذہینوں سے کہ عقل تو کم اور ذہن زیادہ، اور جس کا ذہن عقل سے زیادہ ہوتا ہے تو وہ گمراہی کے راستہ پر چلنا شروع کر دیتا ہے۔ ایسے ہی لوگ گمراہ ہوئے ہیں کہ کوئی قادیانی ہو گیا، کوئی کچھ ہو گیا، کوئی ایسا ہو گیا، کوئی ویسا ہو گیا، ذہن چلا رہا ہے، عقل مغلوب ہو گئی بیچارہ کی، وغیرہ وغیرہ تو ایسوں ذہینوں سے اللہ محفوظ رکھے۔ (آمین)

دکھ درد والے جسم کو ہم نے تو پیروں سے بھی دباتے دیکھا ہے، تم ہاتھ ہی سے کہہ رہے ہو گے۔ مگر

عادت ہاتھ سے دبانے کی ہے یا پیروں سے دبانے کی؟ عادت کی بات کا اعتبار ہوا کرتا ہے یا اتفاقی بات کا؟ اتفاقی بات کو لاکر اعتراض کر رہا ہے۔ بعض طالب علم ایسے بھی ہوتے ہیں کہ مطالعہ دیکھ کر آیا ہے ایک مقام پر چھ سات اعتراض کردیئے، اب استاد حیران ہے کہ کہاں سے بول رہا ہے؟ تو دیکھئے یہاں متن کے اندر سات کا نشان لگا ہوا ہے، میں نے حاشیہ پر دیکھا تو وہاں بھی سات لگا ہوا ہے، رات میں مطالعہ کر رہا تھا تو میرے ذہن نے سات اعتراض نکالے، او بے وقوف! اس کا تو یہاں سے کوئی تعلق ہے نہیں۔ ایسے ذہن رسائی سے گمراہی آجاتی ہے، ہمارے ایک ماموں صاحب تھے بیچاروں کو بہت درد ہوا تکلیف ہے اور میں ہاتھ سے ان کی کمر کے درد کو دبا رہا ہوں۔ ارے نہیں، بچے، لاٹھی ہاتھ میں لے کر ذرا میرے کمر کے درد کو پیروں سے خوب دبا دو۔ میں نے کہا بہت اچھا، ماموں صاحب۔ اب لاٹھی لے کر زمین پر رکھ کر ان کے بدن کو میں دبا رہا ہوں، تو یہ عارضی بات ہے یا عادتی؟ یہ تو اتفاقی عارضی بات ہے۔

آدمی کو کیسا بننا چاہئے

تو یہ نہیں کہ صرف اطعام الطعام ہی ہے بلکہ ہاتھ سے جو بھی راحت پہنچائی جا سکے وہ سب مراد ہے۔ یہ تو ایک مثال ہے ورنہ ہاتھوں کا پیروں کا دبانا اور ہاتھوں سے بیچارے حاجت مند کو پیسہ روپیہ دینا سب اس میں آ گیا۔

مومن کا دل خوش کرنا عبادت ہے

جی ہاں، جب سلام کرے گا تو زبان سے یا ہاتھ سے؟ کوئی ذہین ہے تو وہ کہہ سکتا ہے کہ ہم نے تو ہاتھ سے بھی سلام کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ ارے بھائی، وہ کچھ دور رہا ہوگا، وہاں تک آواز نہیں پہنچ سکتی تو ہاتھ کا اشارہ کر دیا مگر اصل تو زبان سے سلام ہے نہ کہ ہاتھ سے، اگر ہاتھ سے کر دیا اور سلام کا لفظ زبان پر نہیں لایا تو کیا سلام ادا ہو گیا؟ نہیں ہوا۔ پھر کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ایسے ذہینوں سے محفوظ رکھیں جو صحیح انطباق نہ کر سکیں، ایسوں کو بلا استاد کے مطالعہ کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

تو دیکھئے سلام زبان سے ہے، تو جس کو سلام کیا ہے اس کا دل خوش ہوگا یا رنجیدہ ہوگا؟ اس کے دل میں خوشی ہوگی یا غم ہوگا؟ اور مومن کا دل خوش کرنا بہت بڑی عبادت ہے، حسن خلق کا ایک فرد ہے۔

حسن خلق کا پلڑا قیامت میں سب سے بھاری ہوگا

حدیث شریف میں آیا ہے کہ قیامت کے دن میزان رکھی جائے گی تو حسن خلق کا پلڑا سب عبادتوں

سے بھاری ہوگا۔ جبکہ آج کل حسن خلق ہم مسلمانوں سے مفقود ہورہا ہے۔ یہ معاشرتی زندگی عرض کی جارہی ہے جس کو مسلمان نے، اچھے دیندار نے بھی نکال رکھا ہے۔

مسلمان کو کس طرح رہنا چاہئے؟

اتنا تو معلوم ہے کہ یہ مسلمان ہے اب رشتہ دار ہے یا نہیں ہے، ہمیں اس سے کیا مطلب؟ برادری ہے یا نہیں ہے، ہمیں اس سے کیا مطلب؟ بس برادر اسلام میں سے ہے، چاہے پہچانے یا نہ پہچانے۔ پہچاننے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ چاہے وہ غیر مسلم ہی کیوں نہ ہو، یہاں مسلمان کی گفتگو ہورہی ہے۔ یہ معلوم ہو کہ یہ مسلمان ہے۔ اس کو وہ جانتا نہیں ہے مگر ہاں یہ جانتا ہے کہ یہ مسلمان ہے، معلوم ہوا کہ جب وہ مومن ہے اس کے اندر مسلم ہونے کی شان ظاہری وضع قطع لباس، چہرہ، صورت شکل مسلمان ہونے کی بھی ہے اور جب پہچان نہیں، تو کیا پہچان ہے کہ مسلمان ہے اور جب یہ پہچان نہیں تو پھر سلام کیسا؟ اس سے یہ بات نکلی یا نہیں نکلی کہ ہر مسلمان کو کس طرح رہنا چاہئے؟ اسلامی شان، وضع قطع، صورت شکل، لباس سب اسلامی ہو، یہ معاشرت ہے۔

مسلم کی امتیازی شان کیا ہے؟

انگریزی والے کہتے ہیں ''یونیفارم'' جس عہدہ کا ہے اسی عہدہ کا لباس، بلّا، نائب تھانیدار ہو تو اس کا اور بلّا، اور بڑا تھانیدار سب انسپکٹر ہو تو اس کا اور، جوں جوں درجہ بڑھتا گیا بلے بڑھتے گئے اور لباس بدلتا گیا۔ اس لباس سے معلوم ہوگیا کہ سب انسپکٹر ہے، تو مسلم کے اسلام کا بھی ایک ''یونیفارم'' ہے۔

دفع دخل مقدر

جس سے معلوم ہوجائے کہ یہ مسلمان ہے، چہرہ پر داڑھی ہے با قاعدہ، نہ یہودیوں کی سی ہے، نہ پادریوں کی سی، نہ سکھوں کی سی۔ یہ جواب دے رہا ہے ہوں دفع دخل مقدر کا کہ کوئی کہہ دے کہ داڑھی تو سکھوں کے بھی ہوتی ہے، داڑھی تو پادریوں کے بھی ہوتی ہے، داڑھی تو یہودیوں کے بھی ہوتی ہے، داڑھی تو مشرکین کے گروپنڈتوں کے بھی ہوتی ہے یعنی غیر مسلموں کے اندر بھی بعض کے داڑھی ہوتی ہے تو پھر یہ کیا؟ تمہیں پتہ نہیں ہے، ان کی داڑھی اور طرح سے ہے، تمہاری داڑھی اور طرح سے، چھٹی چھٹائی تینوں طرف سے باقاعدہ، نہ کہ لٹکی چلی جارہی ہے، فرنچ کٹ نہیں، مجوس کٹ نہیں۔ تمہاری داڑھی اور طرح کی ہے، ان کی داڑھی اور

طرح کی ہے، اسی لئے داڑھی رکھنے کا جوحکم دیا ہے اس سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کلیہ بیان فرمادیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا اللہ تعالیٰ ہی کا فرمانا ہے کلیہ بیان کردیا ہے ''خالفو المشرکین'' مخالفت کرو مشرکین کی۔ تو پہلے قاعدہ بیان کردیا، اب اس کے بعد فرمایا: ''وفّروا اللحیٰ واحفوا الشوارب'' داڑھی کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو کٹاؤ۔ غیر مسلم کی مونچھ کو دیکھتے ہو لبوں تک آئی ہوئی ہے لبوں تک۔ نہ معلوم دودھ کیسے پیتا ہوگا؟ کھانا کیسے کھاتا ہوگا؟ اور جو داڑھی رکھتے ہیں وہ اور طرح کے رکھتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کو ایسی نہ ہو جیسے اوروں کی ہوتی ہے بلکہ اس طرح کی ہو۔ یہ دفع دخل مقدر ہے، اسی سے نکل آیا کہ سلام کرو، کس کو کرو؟ مسلمان کو۔

شکل وصورت سے مسلمان ہونا معلوم ہو

معلوم ہوا کہ مسلمان ہونا معلوم ہو جائے، جو کہ وضع قطع، صورت شکل، لباس سے پہچانا جائے گا نہ کہ نام پوچھنے سے کہ بھائی تمہارا نام کیا ہے؟ نام سے معلوم ہوا کہ مسلمان ہے، یا تردد ہو رہا تھا کہ کہیں ہماری زبان سے کوئی بات ایسی نہ نکل جائے، کہیں یہ غیر مسلم نہ ہو، اور اس کو ہم کچھ ایسی بات کہہ بیٹھیں کہ اس کو تکلیف پہنچ جائے، اور جب مسلمان ہونا معلوم ہوگیا تو اب اس سے کہا کہ بھائی، تم تو ہمارے مسلمان بھائی ہو تمہارے سر پر ٹوپی کیوں نہیں ہے؟ ٹوپی تو جیب میں رکھی تھی بھول کہاں گیا؟ کسی کا لحاظ آیا تو وہاں سے ٹوپی اوڑھ کر آ گیا، اور جب یہاں سے چلا، پیر ڈالا جوتے میں، ہاتھ ڈالا ٹوپی میں اور ٹوپی اتار کر جیب میں رکھا اور ننگے سر جا رہا ہے، یہ بھول گیا ہے، یا یہ فیشن ہے؟

تشبہ حرام ہے

یہ غیر مسلموں کی نقل ومشابہت ہے جس کے بارے میں حدیث شریف میں آچکا ہے، تشبہ بالمسلمہ ناجائز ہے تو تشبہ بالکفار تو بطریق اولیٰ ناجائز ہوگا۔ (یعنی جب مسلمان مرد کے لئے، مسلمان عورت کی نقل و مشابہت ناجائز ہے جبکہ وہ مسلمان ہی ہے تو پھر کافروں کی نقل اور مشابہت بدرجہ اولیٰ ناجائز ہوگی)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جا رہے ہیں، پوچھا یہ کون جا رہی ہے؟ اس وقت پردہ کا حکم نہیں ہوا تھا، یہ ابوجہل کی بہن ہے، فرمایا: لعنت ہو ان عورتوں پر جو مردوں کی مشابہت کریں۔ جب ایک مسلم کی مسلمہ کے ساتھ معاشرتی زندگی منع ہے تو مشرکین کے ساتھ کیسی؟ جب ان کا طریق مذہبی نہیں بلکہ معاشرتی بھی ایک مسلمان اختیار کرے تو تشبہ ہوگیا۔ وہ ننگے سر پھرتے ہیں تو تم بھی ننگے سر پرنے لگے، وہ یہاں تک کا پہنتے ہیں تم بھی یہاں

تک کا پہننے لگے، تم بھی پاجامہ ایسا پہنتے ہو جیسا وہ پہنتے ہیں تم ان کی تشبہ اختیار کر رہے ہو، وضع قطع صورت شکل لباس بدل گیا۔ ان کے یہاں یہ طریق پہلے سے چلا آرہا ہے کہ بیٹے والا بیٹی والے سے کہتا ہے کہ نقد کیا دو گے؟ ارے، تم مسلمانوں کے اندر بھی یہ بات آ گئی کہ لڑکے والا لڑکی والے سے کہتا کہ نقد کیا دو گے؟ تو دیکھئے، کیا یہ تشبہ بالکفار نہیں ہے؟ یہ تشبہ بالمشرکین نہیں ہے؟ کیا یہ حرام نہیں ہے؟ جو عام طور پر مسلمانوں کے اندر بھی رائج ہو گیا ہے۔

مسلمانوں کے اندر تشبہ بالمشرکین اور تشبہ بالکفار کے ساتھ کس درجہ کی معصیت آ گئی۔ جو لوگ آتے ہیں ان سب سے کہتا ہوں، چاہے وہ کار میں بیٹھ کر آئیں، ننگے سر ہوں تو ان سے بھی کہتا ہوں کہ ٹوپی کہاں ہے آپ کی؟ یہ ضمناً بات آ گئی۔

سلام کرنے میں بھی نفس کا علاج ہے

سلام کی گفتگو تھی کہ کس طرح پہچانے کہ ہاں یہ مسلمان ہے لہٰذا سلام کرو، بزرگوں کو تو سبھی کیا کرتے ہیں، لیکن کمال تو تمہارا جب ہے اور عجز وانکساری کا ثبوت جب ہے کہ جب غریب کو یہاں تک کہ داڑھی منڈا بھی اگر ہے، اس کو بھی سلام کرو، نماز نہیں پڑھتا ہے اس کو بھی سلام کرو، تعظیماً نہیں بلکہ اصلاحاً، اور اگر تمہاری نگاہ اس پر حقارت کی پڑی تو جلدی علاج کرلو۔ اور کرلو السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

وہ تو اپنے کو داڑھی منڈاتے ہوئے اپنی نظر میں حقیر خیال کرتا ہے، اور میں داڑھی رکھتے ہوئے نماز پڑھتے ہوئے اس پر حقارت کی نگاہ ڈالتا ہوں تو اس کا معالجہ کیا ہے؟ اس کا علاج یہ ہے کہ اس کو سلام کرو۔

سلام میں راحت رسانی ہے، دل خوش کرنا ہے، حسن خلق ہے اور بڑی اونچی عبادت ہے اور حسن خلق کا پلڑا میزان کے اندر سب سے بھاری عبادتوں میں ہوگا تو حسن خلق کیسی بڑی عبادت ہے۔

اطعام طعام میں عجز کا ظہور ہے

یہ دونوں چیزیں افضل کیوں ہیں؟ اس لئے کہ آنے والے کو کھانا جب ہی کھلائے گا جب طبیعت کے اندر رقت، ملائمت ملاطفت عجز وانکساری، کسر نفس ہوگا۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ آنے والے مہمان کو جب کہ کھانے کا وقت قریب ہو تو پہلے کھانے کے لئے پوچھ لو پھر اور کچھ بعد کو دیکھنا۔

یہ اطعام طعام دل کے عجز کا، ہمدردی، دردمندی، حسن سلوک، عاجزی، انکساری، کسر نفسی کا ظہور

ہے، اور جس عمل میں یہ زیادہ ہوتا ہے اس کا ثواب بھی زیادہ ملتا ہے۔ ایسے ہی سلام میں بھی کہ ہر کس و ناکس، ہر ایک مسلمان کو سلام کر رہا ہے اس کے اندر عجیب تواضع آئی ہوئی ہے کہ اپنے پر تعلیّ کی نظر نہیں اور دوسرے پر حقارت کی نظر نہیں، سب کو سلام کر رہا ہے، اظہار عجز ہے، اظہار عبدیت ہے، اظہار انکساریت ہے، بزرگوں کو تو کیا ہی کرتے ہیں۔ یہ ہے راحت رسانی، دلجوئی، دلداری، حوصلہ افزائی۔

حضرت ابو بکرؓ کا ایثارِ حقیقی اور تصوفی شان

چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ چلے جا رہے ہیں، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ادھر سے چلے آرہے ہیں، ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سلام نہیں کیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سلام کیا، اور ان کو معلوم تھا کہ جب اس طرح سے تقابل ہوتا تھا تو ابو بکر صدیق پہلے سلام کیا کرتے تھے اور وہ جواب دیا کرتے تھے، آج اس کے خلاف ہوا۔ اور جب خلاف عادت کوئی بات ہوتی ہے تو کچھ شبہ ہو ہی جاتا ہے، اس لئے ان کو یہ خیال ہوا کہ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ ابو بکر صدیقؓ کے دل میں حضرت علیؓ کی طرف سے کوئی بات رنجش کی آگئی ہو، کیونکہ آج انھوں نے خلاف عادت سلام نہیں کیا۔ ہاں یہ تو ہوا کہ حضرت علی نے سلام کیا تو انھوں نے جواب دیا۔ لیکن خلاف عادت ہوا کیوں؟ یہ کھٹک ہو گئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ، ابو بکرؓ صدیق کی عادت یہ تھی کہ حضرت علیؓ کا جب تقابل ہوتا تھا تو وہ سلام پہلے کیا کرتے تھے، آج انھوں نے سلام پہلے نہیں کیا، ہاں جواب تو دیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بہت اچھا، ابو بکرؓ صدیق کو بلا لیا۔ آگئے، مجھے معلوم ہوا ہے کہ آج آپ کا آمنا سامنا علی سے ہوا تھا تو آپ نے سلام نہیں کیا۔ انھوں نے کیا تھا۔ جی ہاں، ایسا ہوا ہے۔ اچھا اور آپ کی عادت کیا تھی؟ پہلے تحقیق ہو رہی ہے صرف روایت پر عمل نہیں ہو رہا ہے حالانکہ ''الصحابۃ کلھم عدول'' (صحابہ سب کے سب عادل ہیں) مگر تحقیق ہو رہی ہے پہلے عادت یہی تھی کہ جب حضرت علیؓ سامنے آتے تو میں پہلے سلام کیا کرتا تھا، اچھا تو پھر آپ نے اس کے خلاف کیوں کیا؟ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، میں جب سلام کیا کرتا تھا تو مجھ پر ذات باری تعالیٰ کے انوار کا نزول اور قرب زیادہ ہوا کرتا تھا اور حضرت علی پر کم ہوتا تھا تو میں نے آج ایثار کیا کہ پہلے اپنے بھائی حضرت علیؓ کو موقع دیدوں کہ وہ سلام پہلے کریں تا کہ ان پر انوار کا نزول زیادہ سے زیادہ ہو جائے، آج مجھ پر کم ہی سہی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے، اور نزول وحی کے بعد جواب دیا کہ ابو بکر تم نے

ٹھیک کہا اور ٹھیک کیا کہ جو پہلے سلام کرتا ہے اس پر انوار الٰہی کا نزول اور قرب زیادہ ہوتا ہے اور جواب دینے والے پر کم ہوتا ہے۔

یہ ایثار کا مسئلہ ہوگیا، ترجیح ہوگئی، تصوف آ گیا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ کیا قصہ ہے؟ سلام کرنا سنت ہے اور جواب دینا واجب ہے، واجب ادا کر رہا ہے اور ثواب کم مل رہا ہے اور ادائے سنت پر ثواب وقرب زیادہ، انوار کا نزول زیادہ، یہ کیا قصہ ہے؟ وہ وہی قصہ ہے جو اطعام الطعام افشاء السلام کے ضمن میں عرض کیا جارہا تھا۔

سلوک شریعت کا جزو اعظم ہے

کہ اطعام الطعام وہی کرے گا جس کے اندر عجز وانکساری رکھی ہوئی ہے جس کے دل کے اندر رفق، حسن خلق، دردمندی رکھی ہوئی ہے۔ بیچارہ سفر سے آیا ہوا ہے پہلے اس کی خاطر مدارات ہونا چاہئے، یہ ہر ایک کا حوصلہ نہیں۔ چاہئے تو یہ کہ جس کے پاس آیا ہے وہ پوچھے نہ کہ نوکر سے پوچھوائے، گو یہ بھی جائز ہے۔ بھائی ذرا پوچھ لینا کھانا تو نہیں کھائیں گے۔ ارے یوں پوچھتے ہو کھانا تو نہیں کھائیں گے؟ آنے والے کی خدمت میں کھانا پیش کیا جائے، نہ کہ یوں کہے کہ کھانا تو نہیں کھائیں گے؟ الفاظ وعنوان کا فرق ہوتا ہے، پوچھنے کا بھی ایک ڈھنگ ہوتا ہے، ایک لٹھ مار بات ہوتی ہے اور ایک پھول جھڑی بات ہوتی ہے، تو پھول جھڑی احسن کلام ہونا چاہئے۔ احسن کلام کی بڑی تفصیل ہے، تفسیروں میں دیکھ لینا، یہ معاشرتی زندگی بیان کی جارہی ہے، توفیق الٰہی سے فضل الٰہی سے، میرے حضرت حکیم الامتؒ کی برکت سے، یہ لا الٰہ الا اللہ کی ضربوں کا بیان نہیں ہورہا ہے، لا الٰہ الا اللہ کی ضربیں چلتی رہیں اور معاشرت کی زندگی پیچ در پیچ ہو تو کیا اس نے نفی کی؟ اور کیا اثبات آیا؟ ہوا بھی نہیں لگی کلمہ شریف کی۔ ہاں، ایمان ہے۔ ایہا السالکون، یہ ہے سلوک جو کہ شریعت کا جزو اعظم ہے اس پر اپنے کو پرکھو۔

سلام کرنے والے کا درجہ عجز وانکساری کے باعث افضل ہے

دیکھئے، وجوب ادا کیا جارہا ہے اور ثواب کم، انوار الٰہی کا نزول کم، اور سنت ادا کی جارہی ہے اور وہاں ثواب اور انوار الٰہی کا نزول زیادہ ہے، کیونکہ وہاں عجز ہے، اور وہاں تو جواب ہے، ایک قسم کا تشّین ہے کہ ہم کو سلام کیا ہے، اگر فخراً ایسی بات ہے تو پھر تو گناہ ہوگیا۔

اسلئے میں نے عرض کیا کہ جس کو سلام کیا ہے اس میں ایک گونہ تشّین ہے یعنی ایک گونہ اس کی شان بڑھی ہوئی معلوم ہورہی ہے اور جس نے سلام کیا ہے اس کی جانب سے ایک گونہ عجز وانکساری کا ظہور ہورہا

ہے، اور جس شئی کے اندر عجز و انکساری جس درجہ کی ہوگی اسی درجہ کے اعتبار سے اس کا درجہ ثواب وقرب کے اعتبار سے بڑھا ہوا ہوگا اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں ٹھیک کہا تم نے۔

ہر بات کی تحقیق کرنا چاہئے

تو دیکھئے خلاف عادت معلوم ہوا تو فوراً انھوں نے اصلاح کرنا چاہی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں اسکی اطلاع کر دی، اصلاحاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تحقیق فرمالی، اور تحقیق کے بعد کچھ اور ثابت ہوا۔ تو قرینہ تو یہ بظاہر خلاف عادت کچھ اور تھا لیکن تحقیق سے کچھ اور ثابت ہوا۔ تو دیکھئے اپنا قرینہ کیسا؟ ہر جگہ اصول پر چلنا کیسا؟ اس لئے تحقیق کرو، کہیں تحقیق سے اپنا قرینہ غلط ثابت نہ ہو جائے۔

خلاصہ مجلس اور تصوف کا مغز

دو حدیث شریف آپ کے سامنے ہیں۔ ایک یہ کہ اے مسلمان، مسلمان کے لئے ایذاءرساں مت بن، تکلیف دہ مت بن، یعنی ایذ ءرسانی سے بچ اور جب تو ایذاءرسانی سے مشق کرتے کرتے بچ گیا اور تیری عادت ایذاءرسانی سے ہٹ گئی تو یہ تیرا ادنی درجہ ہے۔ اب آگے ترقی کرو، وہ کیا؟ راحت رسانی، کہ مسلمان سے دوسرے مسلمان کو جسمانی بھی راحت پہنچے، مالی بھی راحت پہنچے، اور قلبی راحت بھی پہنچے، تو پہلے ایذاء رساں تھا کہ جسم کو بھی تکلیف، مال کو بھی نقصان اور دل کو بھی رنج، اس سے تو ہٹ گیا، نکل گیا۔ اب آگے ترقی کیا ہوئی کہ تیری ذات سے مسلمان کے جسم کو بھی راحت پہنچے اور مالی بھی راحت رسانی ہو اور دل کو بھی تجھ سے راحت رسانی ہو کہ جانی اور مالی اور قلبی ایثار کرو۔ وہ پہلی چیز کیا تھی؟ شریعت اور یہ چیز کیا ہے؟ طریقت۔ تصوف، سلوک۔ اور ظاہر باطن دونوں ملا کر شریعت کاملہ۔ ایثار کا مسئلہ تصوف کا ہے یعنی اپنے پر دوسرے کو ترجیح دینا۔ یہ ہے ایثار کی حقیقت۔

تفصیل تو بہت ہے مگر الحمدللہ اس تفصیل سے ایک گونہ معاشرت کی زندگی سامنے آگئی کہ بدون ایسی معاشرت اختیار کئے ہوئے عیش وعشرت مفقود ہے، اگر تم ایک دوسرے کے ساتھ عیش وعشرت چاہتے ہو تو یہ معاشرتی زندگی اختیار کرو، اس میں امن ہے سلامتی ہے، اور اس کو ترک کر کے بدامنی ہے اور بدسلامتی ہے۔

دعا　　اللہ ہمیں ایسی معاشرت زندگی دائماً قائماً اختیار رکھنے کی اخلاص وصدق کے ساتھ توفیق سے نوازے۔ آمین یارب العالمین۔　خدا حافظ

فقہی مسائل

نماز کے مسائل —— سجدہ سہو کا بیان ۲

مسئلہ : جب الحمد اور سورت پڑھ چکے، بھولے سے کچھ سوچنے لگے اور رکوع میں اتنی دیر ہوگئی جتنی دیر میں تین دفعہ سبحان اللہ کہہ سکتا ہے تو سجدہ سہو کرنا واجب ہے۔

مسئلہ : اسی طرح اگر پڑھتے پڑھتے درمیان میں رک گیا اور کچھ سوچنے لگا اور سوچنے میں اتنی دیر لگ گئی یا جب دوسری یا چوتھی رکعت پر التحیات کے لئے بیٹھا تو فوراً التحیات نہیں شروع کیا، کچھ سوچنے میں اتنی دیر لگ گئی، یا جب رکوع سے اٹھا تو دیر تک کچھ کھڑا سوچا کیا یا دونوں سجدہ کے درمیان میں جب بیٹھا تو کچھ سوچنے میں اتنی دیر لگا دی تو ان سب صورتوں میں سجدہ سہو کرنا واجب ہے، غرض کہ جب بھولے سے کسی بات کے کرنے میں دیر کردے یا کسی بات کے سوچنے کی وجہ سے دیر لگ گئی تو سجدہ واجب ہوگا۔

مسئلہ : تین رکعت یا چار رکعت والی فرض نماز (ادا پڑھ رہا ہو یا قضا اور وتر میں اور ظہر کی پہلی سنتوں کی چار رکعتوں) میں جب دو رکعت پر التحیات کے لئے بیٹھے تو دو دفعہ التحیات پڑھ گیا تو بھی سجدہ سہو واجب ہے، اور اگر التحیات کے بعد اتنا درود شریف بھی پڑھ لیا "اللہم صل علی محمد" یا اس سے زیادہ پڑھ گیا تب یاد آیا اور اٹھ کھڑا ہوا تو بھی سجدہ سہو واجب ہوگا اور اگر اس سے کم پڑھا ہو تو سہو کا سجدہ واجب نہیں ہے۔

مسئلہ : نفل نماز میں درود شریف کے پڑھنے سے سجدہ سہو نہیں ہوتا، البتہ اگر دو دفعہ التحیات پڑھ لے تو نفل میں بھی سجدہ سہو واجب ہے۔

مسئلہ: التحیات پڑھنے بیٹھا مگر بھولے سے التحیات کی جگہ کچھ اور پڑھ گیا یا الحمد پڑھنے لگا تو بھی سجدہ سہو واجب ہوگا

مسئلہ: نیت باندھنے کے بعد سبحانک اللہم کی جگہ دعائے قنوت پڑھنے لگا تو سجدہ سہو واجب نہیں۔ اسی طرح فرض نماز کی تیسری یا چوتھی رکعت میں اگر الحمد کی جگہ التحیات یا کچھ اور پڑھنے لگا تو بھی سجدہ سہو واجب نہیں۔

مسئلہ: تین رکعت یا چار رکعت والی نماز میں بیچ میں بیٹھنا بھول گیا اور دو رکعت پڑھ کے تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہوگیا، تو اگر نیچے کا آدھا جسم بھی سیدھا نہ ہوا ہو تو بیٹھ جائے اور التحیات پڑھ لے تب کھڑا ہو اور ایسی حالت میں سجدہ سہو کرنا واجب نہیں، اور اگر نیچے کا آدھا جسم سیدھا ہوگیا تو نہ بیٹھے بلکہ کھڑا ہو کر چاروں رکعتیں پڑھ لے، صرف اخیر میں بیٹھے اور اس صورت میں سجدہ سہو واجب ہے، اگر سیدھا کھڑا ہو جانے کے بعد پھر لوٹ آئے گا اور بیٹھ کر التحیات پڑھے گا تو گناہ گار ہوگا اور سجدۂ سہو کرنا اب بھی واجب ہے۔

مسئلہ: اگر چوتھی رکعت میں بیٹھنا بھول گیا تو اگر نیچے کا جسم ابھی سیدھا نہیں ہوا تو بیٹھ جائے اور التحیات درود وغیرہ پڑھ کر سلام پھیرے اور سجدہ سہو نہ کرے اور اگر سیدھا کھڑا ہوگیا ہو تب بھی بیٹھ جائے، بلکہ اگر الحمد اور سورت بھی پڑھ چکا ہو یا رکوع بھی کر چکا ہو تب بھی بیٹھ جائے اور التحیات پڑھ کر سجدہ سہو کر لے، البتہ اگر رکوع کے بعد بھی یاد نہ آیا، پانچویں رکعت کا سجدہ کر لیا تو فرض نماز پھر سے پڑھے، یہ نماز نفل ہوگئی، ایک رکعت اور ملا کر پوری چھ رکعت کر لے اور سجدہ سہو نہ کرے، اور اگر ایک رکعت اور نہیں ملائی، یا پانچویں رکعت پر سلام پھیر دیا تو چار رکعتیں نفل ہوگئیں، اور ایک رکعت اکارت ہوگئی۔ (بہشتی زیور بتغییر یسیر)

Quarterly

RNI TITLE CODE : UPBIL04930

AL KASH SHAAF

Research Journal

Allahabad

Voulume : 6 *Issue No. : 2*

April to June 2022

تصانیف مفسر قرآن حضرت مولانا **سید محمد غیاث الدین** صاحب مظاہری الہ آبادی

بانی وناظم مرکز اسلامی الہ آباد وصدر فلاح العباد ٹرسٹ

۱ تفسیر تبیان القرآن	600/-
۲ اسلامی عقائد (عقیدۃ الطحاوی کی شرح)	200/-
۳ امثال القرآن	60/-
۴ البلاغت (اردو زبان میں اصول بلاغت کی آسان کتاب)	100/-
۵ تسہیل الاصول (اردو زبان میں اصول فقہ کی آسان کتاب)	200/-
۶ تعلیمات سیرت	60/-
۷ سنت و بدعت حقائق اور واقعات کی روشنی میں	280/-
۸ حکیم الامت	20/-
۹ سوانح مسیح الامت	225/-
۱۰ املاء و ترقیم (عربی زبان کے املاء اور ترقیم کے قواعد اور اصول)	30/-
۱۱ اسلام اور ترقی	50/-
۱۲ میں نماز کیوں پڑھتا ہوں؟	20/-
۱۳ لذت سحر (تہجد کے فضائل)	30/-
۱۴ تحفہ خطابت	20/-
۱۵ گلدستہ تقریر	20/-
۱۶ توبہ و استغفار	30/-
۱۷ حقوق العباد	30/-
۱۸ دین کامل اردو	140/-
۱۹ دین کامل ہندی	120/-
۲۰ سیرت اسعد (حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب ناظم اعلی مظاہر علوم کی سوانح حیات)	250/-
۲۱ اصلاحی بیانات (جلد اول) (حضرت مولانا سید محمد غیاث الدین صاحب مظاہری)	300/-
۲۲ مجالس مسیح الامت (مکمل تین جلدیں)	1200/-
۲۳ دعوت تبلیغ (وعظ حضرت مولانا تھانویؒ)	40/-
۲۴ دعوت و تبلیغ کی ضرورت اور اسکے آداب (وعظ حضرت مولانا تھانویؒ)	50/-
۲۵ مذاق اور دل لگی (ڈاکٹر محمد ضیاء الدین مظاہری)	150/-
۲۶ دین کی بنیادی باتیں (ڈاکٹر محمد ضیاء الدین مظاہری)	20/-
۲۷ تدوین قرآن (ڈاکٹر محمد ضیاء الدین مظاہری)	180/-
۲۸ آسان نماز (مولانا سید محمد راشد)	15/-
۲۹ حسن سلوک (سنت نبوی کے آئینہ میں) (ڈاکٹر محمد ضیاء الدین مظاہری)	350/-
۳۰ حياة العلامة السيد غلام علي آزاد البلغرامي (د. محمد ضياء الدين)	500/-
۳۱ **الوسیلہ** (یو پی پی سی ایس عربی مضمون کا نصاب) اور عام طور پر تمام عربی طلبہ کے لئے	200/-

ملنے کا پتہ: مکتبہ الاشرف 9,1/2,1 آزاد نگر، کرامت کی چوکی، کریلی الہ آباد Mb.7839216040

Editor: Dr. Mohammad Ziauddin

FLAHUL IBAAD TRUST

Printed & Published by Dr. Mohammad Ziauddin on behalf of Flahul Ibaad Trust Allahabad 211016 through Jai Printers Allahabad.